شمارہ: ۱۱ جلد: ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۳۴ ستمبر 2013
Email: khatmenubuwwat@ymail.com

مسلسل اشاعت کے ۵۱ سال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

3 الحمد للہ! چالیس سال بعد ناؤ کنارے لگی

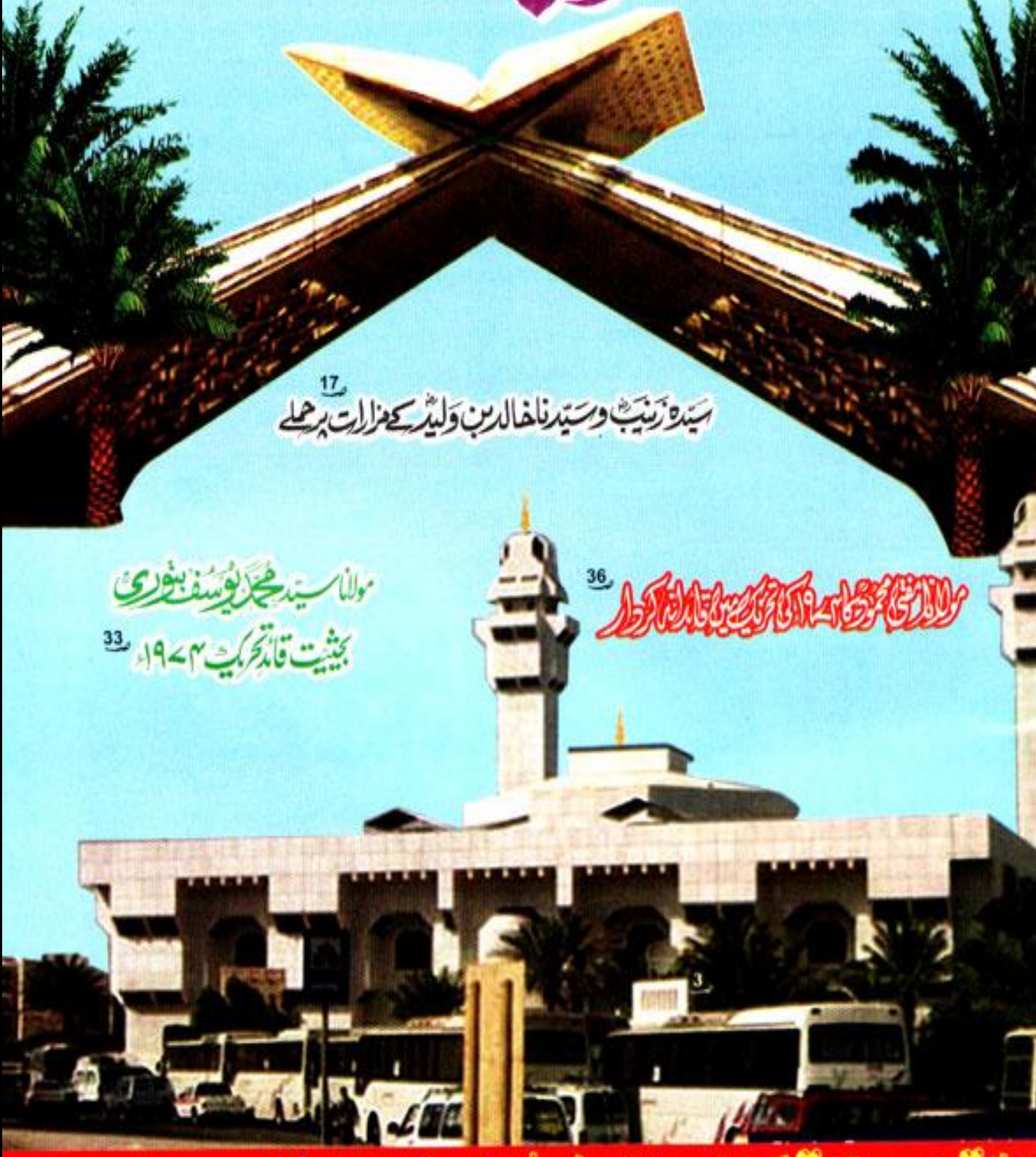

17 سیدہ زینبؓ وسیدنا خالد بن ولیدؓ کے مزارات پر حملے

36 مولانا مفتی محمودؒ کا ۱۹۷۴ء کی تحریک میں تاریخ ساز کردار

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
بحیثیت قائد تحریک ۱۹۷۴ء 33

38 7 ستمبر ۱۹۷۴ء کی تحریک کے مقاصد اور طریقہ کار / احتساب قادیانیت جلد ۵۰ کا مقدمہ

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

لولاک

ماہنامہ

ملتان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

شمارہ: ۱۱ ○ جلد: ۱۷

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگرانِ اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مُرتّب: مولانا عزیز الرحمٰن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: شکیل پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

الحمدللہ! چالیس سال بعد تاؤ کنارے لگی		مولانا اللہ وسایا	3

مقالات ومضامین

سیدہ زینب و سیدنا خالد بن ولید کے مزارات پر حملے		حافظ محمد انس	17
ہر غنی آدمی پر قربانی واجب ہے		مولانا مفتی محمد حسن امرتسری	21
معارف خطبہ نکاح	(قسط نمبر 6)	مولانا محمد یوسف خان	24

شخصیات

مولانا نورالحق نور کا سانحہ ارتحال		مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی	28
مولانا نورالحق نور صاحب کا وصال		مولانا اللہ وسایا	30
مولانا سید محمد یوسف بنوری بحیثیت قائد تحریک ۱۹۷۴ء		مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	33
مولانا مفتی محمود کا ۱۹۷۴ء کی تحریک میں قائدانہ کردار		مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	36

ردقادیانیت

تحریک قادیانیت	(آخری قسط)	عبدالقیوم سرگودھا	38
۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی تحریک کے مقاصد اور طریقہ کار		مولانا مفتی خالد محمود	41

متفرقات

جماعتی سرگرمیاں		ادارہ	53

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم!

الحمدللہ! چالیس سال بعد ناؤ کنارے لگی!

(ستمبر۱۹۷۴ء سے ستمبر۲۰۱۳ء تک)

۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانی اوباشوں نے قادیانی دھرم کے نام نہاد چوتھے گرو مرزا طاہر احمد کی قیادت میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اس کے ردعمل میں پاکستان میں تحریک چلی۔ اس وقت پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کو قومی اسمبلی میں فیصلہ کے لئے پیش کریں گے۔ جو قومی اسمبلی کے اراکین، آزادانہ، منصفانہ اور جمہوری فیصلہ کریں گے۔ وہ سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔ یہ اعلان ہونے کی دیر تھی کہ قادیانی جماعت نے وزیراعظم پاکستان اور قومی اسمبلی کے جنرل سیکرٹری کو درخواست بھجوائی کہ اسمبلی میں ہمارے عقائد پر بحث ہونا ہے تو ہمیں بھی قومی اسمبلی میں پیش ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ وزیراعظم پاکستان نے قائد حزب اختلاف، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے مشاورت کے بعد قادیانی ولاہوری دونوں گروہوں کے سربراہوں کو ان کی درخواست پر قومی اسمبلی میں آکر موقف پیش کرنے کی اجازت دے دی۔

اس وقت قومی اسمبلی کے سپیکر جناب صاحبزادہ فاروق علی خان تھے۔ وہ قومی اسمبلی کی اس خصوصی کمیٹی کے بھی چیئرمین قرار پائے۔ ان کی زیرصدارت مہینہ بھر کمیٹی کے اجلاس وقفہ وقفہ سے منعقد ہوتے رہے۔

قادیانی جماعت کے تیسرے چیف گرو مرزا ناصر احمد اور لاہوری گروپ کے لاٹ پادری صدرالدین لاہوری، مسعود بیگ لاہوری، عبدالمنان لاہوری پیش ہوئے۔ جبکہ اس وقت پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار تھے۔ چنانچہ طے ہوا کہ تمام قومی اسمبلی کے اراکین جو خصوصی کمیٹی کے بھی اراکین قرار پائے تھے۔ وہ قادیانی، لاہوری گروپ کے قائدین سے قادیانی دھرم کے بارے میں سوالات کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ تمام سوالات اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار کے ذریعہ ہوں گے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو قومی رہنما تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ قادیانی مسئلہ ایسے طور پر حل ہو کہ باہر کی دنیا کا کوئی شخص اس پر حرف گیری نہ کر سکے۔ اس لئے آپ نے قادیانی مسئلہ کو قومی اسمبلی کے سپرد کیا کہ وہ آزادانہ فیصلہ کریں۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ قادیانی ولاہوری گروپ کے سربراہان اور ان پر سوال کرنے والے جناب اٹارنی جنرل قومی اسمبلی کے ارکان نہ تھے۔ انہیں قومی اسمبلی کی کاروائی میں حصہ لینے کا کیسے اہل قرار دیا جائے؟۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو ''خصوصی کمیٹی برائے بحث قادیانی ایشو'' میں بدل دیا گیا۔ قومی اسمبلی کے

تمام ممبران کو اس خصوصی کمیٹی کا ممبر قرار دیا گیا۔ یوں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں غیر ممبران قومی اسمبلی کو بھی بلانے کا راستہ نکالا گیا۔ ان دنوں قومی اسمبلی کے اجلاس پاکستان سٹیٹ بینک اسلام آباد کی بلڈنگ میں ہوتے تھے۔ چنانچہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں ۵؍اگست ۱۹۷۴ء بروز پیر صبح دس بجے قومی اسمبلی کے ہال واقع پاکستان سٹیٹ بینک اسلام آباد میں مرزا ناصر پر جرح کا آغاز ہوا۔

۵؍اگست سے لے کر ۱۰؍اگست تک ۶؍دن اور پھر ۲۰؍اگست سے لے کر ۲۴؍اگست تک ۵؍دن۔ کل گیارہ دن مرزا ناصر احمد چیف قادیانی گروہ پر جرح ہوئی۔ ۲۷؍اگست ۲۸؍اگست ۲؍دن ...... صدرالدین، عبدالمنان عمر اور مرزا مسعود بیگ، لاہوری گروپ کے نمائندوں پر جرح ہوئی۔ کل تیرہ دن قادیانی ولاہوری گروپ کے نمائندوں پر جرح مکمل ہوئی۔

قادیانی گروپ کے مرزا ناصر احمد نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں ۵؍اگست سے پہلے اپنا بیان پڑھا تھا۔ قادیانی گروپ لیڈر نے قومی اسمبلی کے ہر رکن کو اس کی ایک ایک مطبوعہ کاپی دے دی تھی۔ اس لئے تمام اراکین نے اس کا مطالعہ کرلیا۔ اسے اپنے طور پر قادیانیوں نے شائع بھی کیا۔ حکومت نے جو سرکاری رپورٹ شائع کی ہے۔ اس کا آغاز ۵؍اگست کی کاروائی یعنی مرزا ناصر احمد پر پہلے دن کی جرح سے کیا ہے۔

کل جماعتی مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ملت اسلامیہ کا قادیانی فتنہ کے خلاف موقف پیش کرنا تھا۔ چنانچہ مرکزی مجلس عمل کے سربراہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے راولپنڈی میں ڈیرہ جمالیا۔ پارک ہوٹل میں آپ کا قیام طے ہوا۔ دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی لائبریری سے قادیانیت کی کتب اور اخبارات کا ایک ذخیرہ راولپنڈی منتقل کیا گیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق مذہبی بحث کو لکھنے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو اور سیاسی بحث لکھنے کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو راولپنڈی بلالیا گیا۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی مدد کے لئے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ذمہ حوالجات مہیا کرنے کا کام لگایا گیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق سیاسی بحث لکھنے کے لئے حوالجات مہیا کرنے کا کام حضرت مولانا تاج محمودؒ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے ذمہ لگایا گیا۔ دن بھر خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ، فخر قوم چوہدری ظہور الٰہی مرحوم، جناب عزت مآب پروفیسر غفور احمدؒ شریک ہوتے۔ رات کو حضرت شیخ بنوریؒ کے ہاں یہ سب حضرات یا جو فارغ ہوتے تشریف لاتے۔ البتہ حضرت مفتی صاحبؒ بہرحال ہر روز تشریف لاتے۔ دن بھر میں محضر نامہ کا جتنا حصہ تیار ہوجاتا وہ سنتے۔ حضرت شیخ بنوریؒ کے حکم پر حضرت پیر طریقت سید نفیس الحسینیؒ اپنے کاتب شاگردوں کی ٹیم کے ہمراہ راولپنڈی تشریف لائے جو حصہ محضر نامہ کا تیار ہوجاتا۔ وہ حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے سپرد کردیا جاتا۔ وہ اس کی کتابت کراتے۔ غرض اللہ رب العزت نے فضل فرمایا کہ دن رات مشین کی طرح تمام حضرات اپنا اپنا کام کرتے رہے۔ ادھر ۲۸؍اگست کو لاہوری گروپ پر جرح مکمل ہوئی۔

اگلے دن ۲۹؍اگست (ملت اسلامیہ کا موقف جو پہلے سے لکھا جاچکا تھا) کو حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی

محمودؒ نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں پڑھنا شروع کیا۔ ۲۹،۳۰؍اگست کو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اپنا بیان مکمل فرمایا جو ملت اسلامیہ کا موقف اور چار ضمیمہ جات پر مشتمل تھا۔ ضمیمہ نمبر۱، فیصلہ مقدمہ بہاولپور۔ ضمیمہ نمبر۲، فیصلہ مقدمہ راولپنڈی، ضمیمہ نمبر۳، فیصلہ مقدمہ جمیس آباد، ضمیمہ نمبر۴، فیصلہ مقدمہ جی ڈی کھوسلہ گرداسپور۔ یہ تمام مسودہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے دو دن میں مکمل فرمایا۔

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایم این اے نے اپنی طرف سے علیحدہ محضر نامہ تیار کیا تھا۔ جسے حضرت مولانا عبدالحکیم ایم این اے نے ۳۰؍اگست کے اجلاس کے آخری حصہ میں پڑھنے کا عمل شروع فرمایا۔ جو ۳۱؍اگست کے اجلاس کے اختتام تک مکمل ہوگیا۔ ۲؍ستمبر کے اجلاس میں سردار مولا بخش سومرو، شہزادہ سعید الرشید عباسی، صاحبزادہ صفی اللہ، ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری، سردار عنایت الرحمن عباسی، چوہدری جہانگیر علی، کرنل حبیب احمد، مولانا غلام غوث ہزاروی، مغل اورنگزیب، راؤ خورشید علی خان، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، میاں عطاء اللہ، بیگم نسیم جہان، پروفیسر غفور احمد، خواجہ غلام سلیمان تونسوی، سید عباس حسین گردیزی، جناب عبدالعزیز بھٹی، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، چوہدری غلام رسول تارڑ، جناب محمد افضل رندھاوا، چوہدری ممتاز احمد، غلام نبی چوہدری، ملک کرم بخش اعوان، جناب غلام حسن خان ڈھانڈلہ، مخدوم نور محمد ہاشمی اور دیگر ممبران نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی بحث میں حصہ لیا اور قادیانی مسئلہ پر اظہار خیال کیا۔ قادیانی ولاہوری گروپ پر جرح کے بعد قادیانی مسئلہ پر جو ان کی رائے تھی اپنے اپنے خطابات میں اس کا کھل کر اظہار کیا۔

۳؍ستمبر کو جناب غلام رسول تارڑ، جناب کرم بخش اعوان، مولانا غلام غوث ہزاروی، پروفیسر غفور احمد، ڈاکٹر محمد شفیع، چوہدری جہانگیر علی، مولانا ظفر احمد انصاری، جناب حنیف خان، خواجہ جمال کوریجہ، حضرت مولانا عبدالحق، ممبران قومی اسمبلی نے بحث میں حصہ لیا۔

(۴؍ستمبر کو سری لنکا کے وزیراعظم تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ اس لئے آج کی کارروائی خصوصی کمیٹی کا حصہ نہ تھی۔)

۵؍ستمبر کو پھر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ جناب چوہدری محمد حنیف خان، ارشاد احمد خان، ملک محمد سلیمان، جناب عبدالحمید جتوئی، ملک محمد جعفر، ڈاکٹر غلام حسین، چوہدری غلام رسول تارڑ، احمد رضا خان قصوری کے قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں بیانات ہوئے۔ آج کے اجلاس کے آخری حصہ میں جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل نے بحث کو سمیٹنا شروع کیا۔

۶؍ستمبر کو ممبران قومی اسمبلی اور جناب یحییٰ بختیار کے بیانات و بحث اختتام کو پہنچی۔

۷؍ستمبر کو بھی خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں ممبران نے بحث میں حصہ لیا۔ ۵؍اگست سے ۷؍ستمبر تک مہینہ بھر سے زائد کے عرصہ میں اسمبلی کی اس مسئلہ پر کارکردگی کے کل ۲۱؍دن ہیں۔ جس کا خلاصہ یوں ہے:

مرزا ناصر احمد	پر جرح	۱۱؍دن	ہوئی۔
لاہوری گروپ	پر جرح	۲؍دن	ہوئی۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ	کا بیان	۲ر دن	ہوا۔
حضرت مولانا عبدالحکیم	کا بیان	۱ر دن	ہوا۔
ممبران قومی اسمبلی	کے بیانات	۳ر دن	ہوئے۔
ممبران و یحییٰ بختیار	کے بیانات	۲ر دن	ہوئے۔
	کل	۲۱ر دن کی کاروائی تھی	

۷ر ستمبر کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا جس میں قادیانی، لاہوری مرزا قادیانی کے ماننے والے دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ اس زمانہ میں قومی اسمبلی کی یہ تمام تر کاروائی آڈیو ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کی گئی۔ خصوصی کمیٹی کی اس تمام کاروائی کو ٹاپ سیکرٹ (انتہائی خفیہ) قرار دے کر سربمہر کر دیا گیا۔ البتہ اسمبلی کے قواعد وضوابط کے مطابق تمام آڈیو کیسٹوں سے اسے کاغذ پر اسمبلی کے عملہ نے منتقل کیا۔ اس خصوصی کمیٹی کی کاروائی کو انتہائی خفیہ کاروائی قرار دے کر اس کی اشاعت کو ممنوع اس لئے قرار دیا گیا کہ قادیانی گروہ نہیں چاہتا تھا کہ ہمارا کچا چٹھا قادیانی عوام کے سامنے آئے کہ کس طرح دن رات ہر اجلاس میں کئی بار قادیانی قیادت نے اپنے عقائد ونظریات سے انحراف کیا۔ سیاہ دلی کے ساتھ سفید جھوٹ بولے۔ قادیانی شاطر قیادت نے دن رات جھوٹ بول کر اپنے عوام کے سامنے میاں مٹھو بنے کہ اگر اسمبلی کی وہ کاروائی چھپ جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے۔ قادیانی سربراہ مرزا طاہر کا یہ بیان تاریخ کا حصہ ہے۔

ان دنوں جس ٹیم نے قادیانی مسئلہ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کے لئے محنت کی۔ فقیر راقم کو بھی ان کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔ تب مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، چوہدری ظہور الٰہی اور دیگر اراکین اسمبلی دن بھر کی کاروائی سنانے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے پاس راولپنڈی پارک ہوٹل تشریف لاتے۔ ان کی تمام گفتگو، قادیانیوں سے سوالات وجوابات کو تفصیل کے ساتھ فقیر نے کاپی پر نوٹ کیا۔ اسمبلی میں بھی رپورٹنگ کے لئے ساتھی موجود ہوتے تھے۔ جو ہنڈس لیتے رہتے تھے۔ وہ تمام کاروائی بھی فقیر نے قلمبند کی۔ کچھ مواد ممبران سے بھی مل گیا۔ اس طرح ''تاریخی قومی دستاویز'' کتاب تیار ہوگئی۔ اس دوران میں اللہ رب العزت کے کرم کا معاملہ ہوا کہ جوہانسبرگ میں لاہوری گروپ کی طرف سے ایک کیس دائر ہوا۔ جوہانسبرگ افریقہ کے مسلمانوں نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ سے اس کیس کی پیروی کے لئے مدد مانگی۔ رابطہ نے پاکستان کے اس وقت کے صدر جناب ضیاء الحق سے اس کیس کی پیروی کے لئے درخواست کی۔ پاکستان سے بھاری بھرکم سرکاری وفد افریقہ کے لئے گیا۔ اس میں پاکستان کے لاء سیکرٹری جناب جسٹس (ر) محمد افضل چیمہ صاحب بھی تھے۔ چنانچہ چیمہ صاحب کے ذریعہ وفد کو پاکستان کی قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی وہ کاروائی جو آڈیو سے رجسٹروں پر منتقل کی گئی تھی۔ اس کی کاپی صدر مملکت کے حکم پر فراہم کی گئی۔ اس وفد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنمایان حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، جناب عبدالرحمٰن باوا، مولانا منظور احمد الحسینیؒ اور بہت سارے حضرات شریک تھے۔ چنانچہ اس خصوصی کمیٹی کی انتہائی خفیہ کاروائی کی کاپی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ان رہنماؤں کو بھی میسر آ گئی۔ اس تمام مواد سے ملخص کتاب فقیر نے مرتب کی تھی۔ وہ بلا مبالغہ پچاس ساٹھ ہزار کے قریب چھپ کر دنیا میں تقسیم ہوئی۔ انگلش، بنگلہ وغیرہ زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔

قادیانی جب اسمبلی کی کاروائی کا تذکرہ کرتے تو اس کا خلاصہ یا مفہوم (تاریخی قومی دستاویز) جو بھی آپ فرمائیں ان کے سامنے کیا جاتا تو وہ دم بخود ہو جاتے۔ قادیانی قیادت اس صورت حال سے بہت پریشان ہوئی۔ ''قومی تاریخ دستاویز'' پونے چار سو صفحات کی کتاب کی اہمیت کم کرنے کے لئے قادیانی قیادت نے مستقل جھوٹ گھڑنے والی پارٹی کا اجلاس کیا اور ایک مضمون تیار کر کے انٹرنیٹ پر رکھ دیا کہ یہ کتاب غلط بیانی پر مشتمل ہے۔ ہم ان سے کہتے رہے کہ یہ غلط ہے تو جو صحیح ہے وہ آپ لائیں۔ لیکن جھوٹ بولنا اور جھوٹ کی پردہ داری پر سانپ سونگھ جانا۔ یہ قادیانی قیادت کے حصہ میں لکھا ہے۔ غرض اس پر سالہا سال بیت گئے۔

ایک بار محترمہ بینظیر بھٹو کے عہد حکومت میں قومی اسمبلی کے ریکارڈ روم میں آگ بھڑک اٹھی۔ جو ریکارڈ جل گیا ان میں وہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا آڈیو ریکارڈ بھی تھا۔ اس سے تشویش ہوئی کہ قادیانی اس ریکارڈ کو ضائع کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن اطمینان تھا کہ وڈیو سے وہ کاغذوں پر منتقل شدہ حصہ ریکارڈ محفوظ تھا۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ایک دن خبر آئی کہ محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا اسپیکر قومی اسمبلی پاکستان نے اس کاروائی کو اوپن کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اور وہ کاروائی قومی اسمبلی سیکرٹریٹ شائع کر رہا ہے۔ اس اقدام کا ملک بھر میں خیر مقدم کیا گیا۔ اس پر خوشی کے جذبات پر مشتمل مضامین ہم نے شائع کئے۔

لیکن زخمی سانپ کی طرح قادیانی قیادت بلوں میں تڑپتی رہی۔ انہوں نے چپ کا روزہ نہ توڑا۔ محترمہ فہمیدہ مرزا کے بیان پر بھی چھ ماہ بیت گئے۔ اسمبلی کی کاروائی نہ چھپی تو پھر قادیانیوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ کیوں نہیں چھاپتے۔ وہ اعلان کا کیا بنا؟ ہمیں اس پر شبہ ہوا کہ شاید پھر قادیانیوں نے اس پر پابندی نہ لگوا دی ہو۔ آج سے چند ماہ قبل بزنس ریکارڈز اسلام آباد میں بٹ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا کہ وہ کاروائی چھپ گئی ہے۔ اس کی بابت تسلی تو ضرور ہوئی۔ لیکن ابھی واہمہ کا شکار تھے کہ اب ۲۰ جنوری ۲۰۱۲ء کے روزنامہ جنگ میں خبر شائع ہوئی ہے جسے پڑھ کر ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ خوشی سے وجد کرنے لگا۔ آپ بھی خبر پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ لیجئے باقی باتیں پھر۔ ابھی تو آپ خبر پڑھیں جو یہ ہے:

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ پارلیمانی ریکارڈ اوپن کر دیا گیا

''اسلام آباد (طاہر خلیل) قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ پارلیمانی ریکارڈ اوپن کر دیا گیا۔ اسپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے ۳۸ سال بعد قادیانی آئینی ترمیم کا خفیہ ریکارڈ اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو بھٹو دور میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی نے دوسری آئینی ترمیم کی منظوری دی تھی۔ اس مقصد کے لئے پورے ایوان کو قائمہ کمیٹی قرار دے کر اس کے خفیہ اجلاس منعقد کئے گئے۔ چار خفیہ اجلاس میں جماعت احمدیہ کے اس وقت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے دلائل دیئے تھے جس پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے تفصیلی جرح کی۔ چونکہ ساری کاروائی خفیہ تھی۔ اس لئے تحریری ریکارڈ پارلیمنٹ ہاؤس میں سربمہر رکھا

گیا۔ ذرائع نے کہا کہ آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کوئی بھی دستاویز ۳۰ سال تک خفیہ رہ سکتی ہے۔ تیس سال کے بعد اسے اوپن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۳۸ سال کے بعد موجودہ اسپیکر نے خفیہ قادیانی ترمیمی بل کا سارا ریکارڈ اوپن کرنے کی منظوری دے دی۔

ذرائع نے یہ بھی انکشاف کیا کہ قادیانی آئینی بل کا خفیہ آڈیو ریکارڈ بینظیر دور ۱۹۹۳ء میں جل گیا تھا۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے خفیہ ریکارڈ کی تیاری اور طباعت پر قومی اسمبلی کو ۴۶ لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے ہیں اور سارا ریکارڈ اوپن کر کے جمعرات کو پارلیمنٹ ہاؤس کی لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں اراکان اس سے استفادہ کر سکیں گے۔ علاوہ ازیں سینٹ کے اپوزیشن لیڈر مولانا عبدالغفور حیدری نے بھی قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا پارلیمانی ریکارڈ حاصل کرنے کے لئے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ سے باضابطہ رابطہ کر لیا ہے۔“

اس خبر اور بٹ صاحب کے مضمون کے بعد سے ہم مسکین اس کی تلاش میں فکرمند ہوئے۔ حضرت مولانا محمد خان شیرانی صاحب چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان سے دفتر ختم نبوت ملتان میں مستقل ایک میٹنگ کی۔ گزشتہ سال ۱۴۳۲ھ کے حج سے پہلے سکھر میں حضرت مولانا عبدالغفور حیدری سے میٹنگ ہوئی۔ حج کے بعد دوبارہ رابطہ ہوا۔ کئی سفر کئے۔ مولانا عزیز الرحمن ثانی، قاری نذیر احمد لاہور سے اسلام آباد اتنی بار آئے، گئے کہ شاید ڈرائیور والے بھی پریشان ہو گئے ہوں گے۔ لیکن کام نہ ہوا۔ مولانا قاضی ہارون الرشید، مولانا قاری احسان اللہ، مولانا مفتی محمد اویس عزیز، پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا عبدالوحید قاسمی، مولانا محمد اکرم طوفانی، پتہ نہیں جنون کی حالت میں کس کس کی منتیں کیں۔ بخدا! اس آفیشل اور مکمل کاروائی کو حاصل کرنے کے لئے اتنا جنون تھا کہ بس نہ پوچھئے کہ غم عاشقی میں کہاں کہاں سے گزر گیا۔

روبرو، کوبکو، دربدر اور سربسر۔ کہاں کہاں پر کوشش کی؟۔ یہ بے قراری کی حالت میں مخلصانہ محنت کی کیفیات تو اللہ رب العزت جانتے ہیں۔ جب بیل منڈھے چڑھتی نظر نہ آئی تو حضرت صاحبزادہ سعید احمد صاحب کے گھر لاہور میں مخدوم گرامی حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم سے میٹنگ کرنے کے لئے ملتان سے سفر کر کے لاہور گیا۔ مولانا عزیز الرحمن ثانی، صاحبزادہ سعید احمد، ڈاکٹر قاری عتیق الرحمن، سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے ہمراہ پون گھنٹہ حضرت مولانا فضل الرحمن سے میٹنگ ہوئی۔ قائد جمعیت نے فرمایا کہ رکاوٹ کیا ہے؟۔ عرض کیا کہ حضرت حیدری صاحب مدظلہ کئی ملاقاتیں کر چکے ہیں۔ سپیکر فہمیدہ صاحبہ نہیں مان رہی۔ کاروائی چھپ گئی ہے۔ کئی اس کے سیٹ تیار ہو کر اسمبلی، ڈپٹی سپیکر کے دفتر کے ساتھ والے کمرہ میں محفوظ ہیں۔ لیکن تقسیم کے لئے محترمہ آمادہ نہیں۔ اس پر چھیالیس لاکھ ہماری غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق گورنمنٹ کا طباعت پر خرچہ آیا ہے۔ لیکن محترمہ تقسیم پر راضی نہیں۔ مخدوم محترم قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے فرمایا کہ آپ کے خیال میں اس کے نہ دینے کا باعث کیا ہے؟۔ فقیر نے عرض کیا کہ حکومت کی دون ہمتی یا قادیانی لابی نے باہر سے زور ڈلوایا ہے کہ تقسیم نہ ہو یا حکومت کا واہمہ کہ کوئی قضیہ نہ کھڑا ہو جائے۔ لیکن ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ چاہے خود قادیانی رکاوٹ ہوں۔ لیکن وہ میاں مٹھو بن جائیں گے کہ باہر کیوں نہیں لاتے؟۔ تو اس کا تقاضہ ہے کہ یہ

ملنی چاہئے۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ...... ! اس پر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم نے روک دیا۔ فرمایا چھوڑ دیجئے۔ میں سمجھ گیا۔ کوشش کرتے ہیں۔ وقت لگے گا نکلوانے میں۔ لیکن مل جائے گی۔ اس پر بھی کافی عرصہ بیت گیا۔ تو مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کے ذریعہ بارہا حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم کو یاددہانی کرائی۔ لیکن حضرت مولانا کا خیال مبارک تھا کہ ایک دفعہ کہوں گا اور ایسے طور پر کہ وہ انکار نہ کرسکیں۔ حضرت مولانا کا موقف سوفیصد صحیح تھا۔ لیکن ہماری بے قراری کو کاروائی حاصل کئے بغیر کیسے قرار آئے گا؟ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم کے اس مسئلہ پر اتنے کان کھائے کہ ان کو اس کا نام سنتے ہی الرجی ہو جاتی۔

قارئین جانے دیں۔ ہر کام کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوتا ہے کہ برادرزادہ مولانا سہیل باوا کا لندن سے فون آیا کہ لندن کی ایک ویب سائیڈ پر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ کی سرکاری آفیشل مکمل کاروائی آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ ان سے عرض کیا کہ اس کی سی ڈی بنوائیں۔ ابھی فقیر یہ خبر چھپائے ہوئے تھا کہ برادر جناب محمد متین خالد صاحب نے فرمایا کہ ویب سائیڈ پر کاروائی بندہ نے مکمل دیکھ لی ہے۔ مبارک ہو۔ اب سوچوں کہ یا اللہ یہ کیسے ملے گی؟۔ کچھ دیر کے بعد جناب مولانا قاضی احسان احمد صاحب کا کراچی سے فون آیا کہ قومی اسمبلی کی کاروائی ویب سائیڈ پر آگئی ہے۔ آپ کے علم میں ہے؟۔ فقیر نے عرض کیا سنا تو ہے۔ لیکن جب تک دیکھ نہ پائیں آنکھیں کیسے ٹھنڈی ہوں؟۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ برادر نجیل صاحب اور جناب سید انوارالحسن صاحب نے اس کا پرنٹ نکالنا شروع کردیا ہے۔ فقیر اب ان دونوں سے ڈائریکٹ ہوگیا۔ کاغذ اچھا لگائیں۔ کوئی صفحہ رہ نہ جائے۔

لیجئے! خلاصہ یہ کہ مکمل کاروائی انٹرنیٹ لندن کی ویب سائیڈ سے مل گئی۔ کل ۲۱ دنوں کی کاروائی کے ۲۱ حصص اور ۳۰۸۳ صفحات تھے۔

مطبوعہ کاروائی کی کاپی ۲۰۱۲ء عید قربان سے چند دن قبل فقیر کو انٹرنیٹ سے ملی۔ پہلے مرحلہ میں مکمل کاروائی کو علیحدہ علیحدہ جلد کرایا۔ اکیس دنوں کی کاروائی اکیس جلدوں میں جلد ہوئی۔ پھر دوبارہ ہر جلد کا دوسرا فوٹو کرایا اور اس پر کام کا آغاز کیا۔

جدید ایڈیشن

ابتداء میں یہی خیال تھا کہ اس کا مکمل عکس لے کر شائع کردیا جائے۔ چونکہ انٹرنیٹ پر ایک چیز پہلے سے موجود ہے۔ حکومت نے شائع کی مگر تقسیم نہیں کررہی۔ قادیانیوں نے اسے شائع نہیں کرنا، اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ اسے شائع کریں۔ لیکن اس کو چونکہ انٹرنیٹ سے لیا تھا جس نے انٹرنیٹ پر اس کو لوڈ کیا۔ اس نے بھی سکین کر کے چڑھایا اور ہم نے اس کا پرنٹ لیا۔ پرنٹ میں تمامتر احتیاط کے باوجود نقل درنقل سے یہ مختلف کاپی ایسے نہ تھی جو شائع ہوسکے۔ اب شائع بھی کرنا چاہتے ہیں۔ کمپوزنگ موجود نہیں جو شائع شدہ ہے۔ دوبارہ شائع کرنے سے زرلٹ صحیح نہ آئے گا۔ مجبوراً فیصلہ کیا کہ اس کو دوبارہ کمپوز کرایا جائے۔

۲...... خیال ہوا کہ جب کمپوزنگ دوبارہ کراتا ہے تو جتنا انگریزی کا حصہ ہے اس کا ترجمہ بھی ہو جائے تاکہ اردو

پڑھا لکھا تمام طبقہ اس کے ایک ایک حرف سے فائدہ حاصل کر سکے۔ جو کارروائی کی قلمی کاپی جوہانسبرگ کیس کے سلسلہ میں ملی تھی اس کاپی میں انگلش کا اردو ترجمہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے راولپنڈی کے جناب کے۔ایم سلیم سے اس زمانہ میں کرایا تھا۔ اب جو مطبوعہ سرکاری پرنٹ شدہ کاپی کا عکس انٹرنیٹ سے ملا۔ اس قلمی نسخہ کا ترجمہ اس پرنٹ شدہ نسخہ پر نقل کیا گیا۔ لائبریری میں فقیر کے معاون مولانا محمد صفدر نے بہت مدد کی۔ آج اس موقعہ پر مجھے حضرت مولانا اجمل شہید جو کراچی میں مجلس کے مبلغ تھے اور شہادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے وہ بہت یاد آرہے ہیں اور ان کی جدائی کے صدمہ نے پھر زخم کو ہرا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں کہ قلمی نسخہ کے کے۔ایم سلیم کے ترجمہ کو مطبوعہ سرکاری رپورٹ کے صفحات پر منتقل کیا اور اس کے لئے مرحوم نے بلا مبالغہ دن رات ایک کر دیئے۔ بہت ہی کام کے آدمی تھے۔ آج ان کے کام کو دیکھتا ہوں تو وجدان میں یادوں کی ٹیس بے قرار کر دیتی ہے۔ جب تک یہ کتاب دنیا میں رہے گی مرحوم کو ثواب ملتا رہے گا۔ مرحوم کے لئے یہ کتاب صدقہ جاریہ ہے۔ مولانا محمد صفدر، مولانا محمد اجمل دونوں انگریزی سے بقدر ضرورت شناسائی رکھتے تھے۔ جہاں ضرورت پیش آتی مزید رہنمائی عزیز مکرم مولانا حافظ محمد انس سے لیتے تھے۔ اب جونہی ترجمہ کی نقل کا کام مکمل ہو جاتا وہ حصہ فقیر کے سپرد کر دیتے۔ فقیر ان کے حوالہ جات پر کام کرنا شروع کر دیتا۔ جن جلدوں پر کام مکمل ہو جاتا وہ کمپوزنگ کے لئے دے دی جاتیں۔ کچھ جلدیں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے جانشین حضرت مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی کو بھجوائی گئیں کہ وہ انگلش کی پروف ریڈنگ، ترجمہ کی چیکنگ اور سرخیاں لگا دیں۔ آپ نے یہ کام جناب مکرم اطہر عظیم صاحب کو دیا۔ انہوں نے شروع کیا۔ جتنا کیا خوب کیا۔ لیکن ان کی دفتری اپنی مصروفیات کراچی کے حالات کا مدوجزر، پھر اچانک ان کی صحت بگڑ گئی۔ ادھر فقیر کی بے قراری جو کام جتنا جس حالت میں تھا منگوا لیا۔ اردو کے پروف خود پڑھے۔ انگریزی کے پروف پڑھنے کے لئے عزیز مکرم مولانا محمد انس نے سر توڑ کوشش کی۔ مولانا محمد صفدر ان کے ساتھ رہے وہ مرحلہ مکمل ہوا۔

۳...... ملتان میں کمپوزنگ جناب برادر عدنان سنپال نے کی ان کی معاونت مخدوم زادہ حافظ یوسف ہارون نے کی۔ کچھ کام حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفےٰ نے کراچی سے کرایا۔ بہت سی فائلیں ملتان و کراچی کی کمپوز شدہ ان کی پروف ریڈنگ اور سرخیاں قائم کرنے کا کام مولانا محمد اعجاز مصطفےٰ نے سرانجام دیا اور بہت محنت فرمائی۔ اس کراچی کے کام کے انگلش حصہ کی پروف ریڈنگ عزیز مکرم مولانا حافظ محمد انس نے کی۔ غلطیاں جناب برادر عدنان نے لگائیں۔

۴...... پورے اکیس حصص میں بعض مکمل، بعض ناقص حصے ایسے تھے جن کا انگلش سے اردو میں ترجمہ کا کام باقی تھا۔ وہ جناب برادر عبدالرؤف صاحب کے ذریعہ جناب راؤ ارشد سراج الدین لاہور نے کیا اور دن رات ایک کر کے کیا۔ وہ حصہ اتنا جامع ترجمہ ہے کہ بہت ہی خوشیوں کا سماں باندھے ہوئے ہے۔ محنت ان دوستوں کی۔ دعا حضرت صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی، کہ کام ہوا اور خوب ہوا۔ کچھ حصص کا ترجمہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کی توجہ سے مولانا غضنفر عزیز جو لمز یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے کر کے یا کرا کے دیا۔

غرض جناب کے۔ایم سلیم راولپنڈی، جناب راؤ ارشد سراج الدین لاہور، جناب مولانا غضنفر عزیز کی

محنتوں سے ترجمہ کا کام ہوگیا۔ حکومت کے شائع شدہ نسخہ میں انگلش کا حصہ بغیر ترجمہ کے ہے۔ ہمارے اس مطبوعہ جدید ایڈیشن میں انگلش متن کے ساتھ، اس کا اردو ترجمہ بھی ہے۔ گویا یہ اس جدید ایڈیشن کی وہ خوبی ہے جس نے اس کتاب سے استفادہ کو ہر اردو پڑھے لکھے دوست کے مطالعہ کے قابل بنادیا ہے۔ البتہ ترجمہ کو ہم نے بین القوسین (ان بریکٹ) کردیا ہے تاکہ حکومتی ایڈیشن کا امتیاز واضح رہے۔

۵...... اپریل ۲۰۱۳ء کے اوائل میں قریباً کمپوزنگ کا کام اور ترجمہ مکمل ہوگئے تھے۔ فقیر نے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب جالندھری دامت برکاتہم سے اجازت لے کر ڈیرہ غازیخان کے مبلغ حضرت مولانا محمد اقبال صاحب کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ دن رات، سفر وحضر میں پروف ریڈنگ کا کام ہم کرتے رہے۔ بس ان دنوں مسودہ تصحیح کرتے کرتے نیند آتی تھی اور جاگتے ہی پھر کام پر جت جاتے تھے۔ اوّل سے آخر تک تمام پروف پڑھے۔ سرخیاں جہاں ضرورت تھی قائم کیں۔ پھر پورے مسودہ کے انگلش حصہ کی دوبارہ عزیز مکرم حافظ محمد انس حفظہ اللہ تعالیٰ نے پروف ریڈنگ کی۔ اب برادر جناب عبدالرؤف صاحب کا اصرار تھا کہ تمام مسودہ کا انگریزی حصہ اور ترجمہ جناب راؤ ارشد سراج الدین کی نظر سے گذرنا چاہئے۔ یہ فقیر کے دل کی آواز تھی۔ ۲۸؍اپریل ۲۰۱۳ء کی صبح مسودہ راؤ ارشد سراج الدین صاحب کے سپرد کیا کہ وہ نظر ثانی کریں اور فقیر حجاز مقدس اور ختم نبوت کانفرنس برمنگھم کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ روانہ ہوتے وقت فقیر کے اندر کی حالت یہ تھی کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ مجھے حجاز مقدس کے سفر کی خوشی زیادہ تھی یا اس کتاب کے کام رکنے کا غم زیادہ تھا۔ کام رکنے کا معنی یہ ہے کہ اگر فقیر پاکستان ہوتا تو محترم راؤ ارشد سراج الدین صاحب جتنا مکمل کرتے جاتے فقیر اس کی غلطیوں کی تصحیح کے بعد فائنل کرتا جاتا۔ مہینہ بھر تو یوں گذر گیا۔ پھر جناب نگر کورس کی مصروفیت یوں دوماہ گذر گئے۔

محترم راؤ صاحب جتنا مکمل کرتے جاتے وہ برادر عدنان سنپال غلطیاں لگا کر مکمل کرتے جاتے۔ دن رات سفر جاری رہا۔ ۱۰؍رمضان المبارک کو کراچی کے سفر سے ملتان حاضر ہوا تو تمام جلدوں کی پروف ریڈنگ، غلطیوں کی تصحیح وغیرہ کا کام ایک دودن میں مکمل ہوگیا۔

۶...... حکومت کے شائع کردہ نسخہ میں پہلی سطر سے سوال وجواب شروع ہوا۔ پھر تقاریر وتجاویز، چل سو چل ہزارہا صفحات پر پھیلا ہوا۔ مسودہ ۲۱ حصوں پر مشتمل۔ اوّل سے آخر تک کہیں نہیں معلوم تھا کہ کون سی بات کہاں ہے، ضرورت تھی کہ اس مسودہ کی سرخیاں لگائی جائیں۔ عنوانات قائم کئے جائیں تاکہ استفادہ مزید آسان ہوجائے۔

۷...... قومی اسمبلی کے ممبر حضرات کو قادیانیت کے مباحثہ سے پہلی بار پالا پڑا۔ قادیانی ولاہوری گروپ کے سربراہ قادیانیت کی چالبازیوں کے امام اور فن چکر بازی میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مکمل پرتو لئے ہوئے تھے۔ بہت سارے مقامات پر حوالہ جات میں ایسا چکر ڈال دیتے کہ سامنے والا جو مکمل آگاہی نہیں رکھتا وہ ایک بار چونک اٹھے کہ کیا ہوگیا۔ مثلاً سیرۃ الابدال کا حوالہ پیش ہوا کہ ص۱۹۳ پر عبارت ہے۔ مرزا ناصر نے سر پر آسمان اٹھالیا کہ ۱۶ صفحہ کی کتاب ہے۔ ص۱۹۳ کہاں سے آگیا۔ اتنی بڑی غلط بیانی، یوں غلط بیانی سے قادیانیت کو بدنام کیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ! اب حوالہ نہ اٹارنی جنرل کو پڑھنے ہی دیا گیا نہ وہ کارروائی میں پیش ہوا۔ نہ مرزا ناصر نے حوالہ کا

ذکر کیا کہ کیا حوالہ ہے۔ اتنا شور کیا کہ بات ۱۱۶ اور ۱۹۳ صفحہ کے شور میں دب گئی۔ اب حوالہ پیش ہی نہیں ہوا۔ کون سا حوالہ تھا۔ کیا فرق لگا۔ کچھ اشارہ بھی ہوتا تو فقیر حوالہ تلاش کر کے لاتا اور معاملہ قارئین پر صاف ہوتا۔ وہ تو نہ ہوا۔ لیکن فقیر عرض کرتا ہے کہ مثلاً تجلیات کے ص۴ پر عبارت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے چاند قرار دیا اور خود کو سورج قرار دیا۔'' اب قادیانیوں نے کئی کتابوں کو یکجا کر کے شائع کرنا شروع کیا اور اس سلسلہ اشاعت کا نام روحانی خزائن رکھا۔ اس کی جلد ۲۰ کے صفحہ ۳۹۷ پر یہ عبارت ہے۔ اسی صفحہ کی پیشانی پر تجلیات الٰہیہ بھی لکھا ہے۔ صفحہ ۳۹۷ بھی لکھا ہے۔ صفحہ کے بغل میں سائیڈ پر ۴ لکھا ہے۔ اب ایک صاحب صفحہ کی پیشانی کا صفحہ ۳۹۷ دیکھ کر کہہ دے کہ تجلیات الٰہیہ ص ۳۹۷۔ تو مرزائی عیار کہیں گے کہ کتاب ۲۰ صفحات کی ہے۔ ۳۹۷ کدھر سے آ گئے، ناواقف تو ایک دم پریشان ہو جائے گا اور یہی کاریگری مرزا ناصر کرتا رہا۔

دوسری مثال ایک غلطی کا ازالہ مرزا قادیانی کا رسالہ ۶ ورق ہے۔ لیکن خزائن جلد ۱۸ کے ص ۲۰۸ سے ۲۱۶ پر یہ شامل اشاعت کیا ہے۔ ہر صفحہ کی پیشانی پر ایک غلطی کا ازالہ بھی درج ہے۔ صفحات ۲۰۸ سے ۲۱۶ تک بھی درج ہیں۔ اب پہلی بار جو مرزا کی کتب کو دیکھے وہ ایک غلطی کا ازالہ ص ۲۰۸ کہہ دے تو قادیانی عیار قیادت کو دھوکہ دہی کے لئے موقعہ مل جائے گا کہ چھ ورقی رسالہ کے صفحات ۲۰۸ کیسے؟ یہ جھوٹ ہے۔ یہ الزام ہے۔ ایک رٹی رٹائی گردان دہرا دیں گے۔ سننے والے، پڑھنے والے حیران ہو جائیں گے۔ حالانکہ جس نے حوالہ دیا وہ بھی صحیح ہے کہ جو لکھا دیکھا، وہی کہہ دیا۔ یہ تو قادیانی دجل ہے کہ ص ۲ کو ص ۲۰۸ پر پہنچا دیا۔ تو حوالہ جات میں جگہ جگہ قادیانی قیادت نے یہی عیاری کی۔ اب قادیانیوں نے اس دھوکہ دہی کا شاہکار کتاب ''خصوصی کمیٹی میں کیا گزری'' شائع کی جو مرزا سلطان احمد کی مرتب کردہ ہے۔ فقیر کے سامنے ہے۔ کچھ حصہ دیکھا بھی مگر فقیر اس کو قابل جواب نہیں سمجھتا کہ قادیانی ہمیں الجھانا چاہتے ہیں۔ یہ ہوا تھا، یہ ہوا تھا۔ اب اس بحث کی ضرورت نہیں۔ جب مکمل کارروائی چھپ کر آ گئی ہے اسے عام کرو ہر آدمی خود پڑھ کر فیصلہ کرے کہ کون جیتا کون ہارا؟ چنانچہ قادیانی الجھنوں میں پڑنے کی بجائے ہم نے یہی راستہ اختیار کیا کہ مکمل کارروائی کو شائع کر دیا جائے۔ جو پیش خدمت ہے۔ انہی امور کے لئے بعض بعض مقامات پر مختصر حواشی (فٹ نوٹ) لکھنے پڑے جو اس ایڈیشن کا امتیازی وصف ہے۔

۸...... تین دن برادر عزیز جناب حافظ محمد یوسف ہارون صاحب اور فقیر نے حواشی اور سرخیاں کمپیوٹر پر پڑھیں۔ یوں آج ۲۵ رجولائی ۲۰۱۳ء، ۱۵ ررمضان ۱۴۳۴ھ کو اس کام سے فارغ ہو گئے۔ اب برادر عدنان و برادر ہارون اس کتاب کی سیٹنگ کر رہے ہیں اور فقیر یہ سطریں لکھ رہا ہے۔ فللحمد للّٰہ تعالیٰ اوّلاً و آخراً! یہاں پر اس اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے صدر مدرس مولانا غلام رسول دین پوری نے اس کتاب کے لئے فقیر راقم سے بھی زیادہ محنت کی۔ حق تعالیٰ سب کو جزائے خیر دیں۔

جدید ایڈیشن کا امتیاز

۱...... حکومت کے شائع کردہ ایڈیشن میں انگلش کا ترجمہ نہیں۔ لیکن اس ایڈیشن میں انگلش کا جگہ جگہ ترجمہ بین القوسین موجود پائیں گے۔

۲...... اس ایڈیشن میں قادیانی، لاہوری جرح پر بعض ناگزیر حواشی موجود پائیں گے۔

۳...... حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے دو دن حکومت اور اپوزیشن دونوں کی طرف سے ’’مؤقف ملت اسلامیہ‘‘ نامی کتاب پڑھی اس کا ضمیمہ نمبر۳ فیصلہ مقدمہ جیمس آباد مطبوعہ حکومتی کارروائی میں اشاعت کے دوران غلط ہوگیا۔ فیصلہ کا ص ۲۲ پہلے کپوز کر دیا۔ پھر ص ۲۱۔ اس سے مفہوم ہی بدل گیا۔ ہم نے اسے صحیح کپوز کر دیا۔ اس سے حکومتی ایڈیشن کی کپوزنگ کی غلطی دور ہوگئی۔

۴...... حکومتی شائع شدہ کارروائی میں جہاں عربی تھی وہ...... عربی...... کپوز کر کے چھوڑ دی۔ اگر کتاب کا حوالہ تھا تو ہم نے وہ مکمل عربی عبارت نقل کر دی جس سے پہلے ایڈیشن کی نسبت یہ ایڈیشن جامع ہوگیا۔ اگر حوالہ ہی نہ تھا تو وہ جگہ مجبوراً ایسے گزارنا پڑی۔

۵...... حکومت کے شائع کردہ ایڈیشن اور ہمارے اس ایڈیشن کے کپوزنگ میں صفحات کا فرق آ گیا۔ چنانچہ اصل حکومتی ایڈیشن کے صفحات کو اس جدید ایڈیشن کے صفحات کے درمیان (بین السطور) میں باریک کر کے ہم نے لکھ دیا۔ اس ایڈیشن کے صفحات کو سامنے رکھ کر حکومتی ایڈیشن سے اس ایڈیشن کا آسانی سے تقابل کیا جاسکتا ہے۔ انشاء اللہ کوئی فرق نہ پائیں گے۔ گویا اس جدید ایڈیشن کے صفحات پہلے ایڈیشن کے صفحات کو بھی واضح کرتے ہیں۔ فللحمد للہ! ہاں البتہ یاد رہے کہ حکومتی ایڈیشن کی جلد ۱۶، ص ۲۶۱۷ پر ختم ہوئی۔ جلد ۱۷، چار صفحے ٹائٹل کے بعد ص ۲۶۲۲ سے شروع ہونی چاہئے تھی مگر وہ ص ۲۶۹۹ سے شروع ہوئی۔ گویا ستتر صفحات چھوڑ کر اگلا نمبر لگا دیا۔ یہ حکومتی ایڈیشن میں صفحات لگانے میں سرکاری اہلکاروں سے غلطی ہوئی۔ درمیان میں مسودہ غائب نہیں ہے۔ ہر لحاظ سے حکومتی ایڈیشن مکمل ہے۔ ہم نے بھی ہر صفحہ پر بین السطور حکومتی ایڈیشن کے جو صفحات لگائے ان میں اسی غلطی کو رہنے دیا۔ تاکہ حکومتی ایڈیشن اور اس ایڈیشن کا تقابل کیا جائے تو ابہام پیدا نہ ہو۔

۶...... حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا مرتب کردہ محضر نامہ میں مرزا قادیانی نے اپنی مقدس نبوت کے قلم سے مخالفین کو جو گالیاں دیں وہ درج تھیں۔ مولانا نے قادیانیوں کی جن جن کتابوں سے جمع کردہ قادیانی مغلظات کی فہرست دی ہم نے ہر ایک گالی کے آگے قادیانی کتابوں کے حوالے لگا دیئے۔ آپ پڑھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ الف سے یاء تک کوئی ایسا لفظ نہیں جس میں مرزا قادیانی نے گالی نہ دی ہو۔ یہ سباب اعظم کا ’’سب نامہ‘‘ باحوالہ اس ایڈیشن میں موجود ہے۔ پڑھیں پھر سوچیں کہ مرزا قادیانی لکھنؤ کی بھٹیارنوں سے بھی گالیوں میں نمبر لے گئے یا نہیں یہ فیصلہ قارئین فرمائیں گے۔

۷...... حکومتی ایڈیشن کو سامنے رکھ کر جہاں کہیں ترجمہ سرخیوں، حواشی اور حوالہ جات پر ہم نے کام کیا ہے۔ ان سب کو بین القوسین کر دیا ہے۔ تاکہ اصل ایڈیشن سے یہ چیزیں ممتاز رہیں۔ متن میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی نہیں کی۔ یوں، یہ ایک ایسا ایڈیشن ہے۔ جو پہلے سے بالکل جدا بھی ہے اور ایک حرف کا بھی فرق نہیں۔

بایں ہمہ انسان خطاء کا پتلا ہے۔ کہیں غیر ارادی طور پر کوئی سہو ہوا تو اعتراف قصور کے ساتھ گزارش ہے کہ اس کی اطلاع کر کے قارئین ممنون فرمائیں گے تاکہ تصحیح کی جاسکے۔

۸...... حکومت کے شائع کردہ ایڈیشن کے ۲۱ حصے تھے جو ہم نے اس ایڈیشن کی پانچ جلدوں میں سمو دیئے۔ تفصیل یہ ہے۔

حکومتی ایڈیشن کا حصہ ۱،۲،۳	مکمل...... اس ایڈیشن کی جلد۱ میں ہے۔
حکومتی ایڈیشن کا حصہ ۴،۵،۶،۷،۸	مکمل...... اس ایڈیشن کی جلد۲ میں ہے۔
حکومتی ایڈیشن کا حصہ ۹،۱۰،۱۱،۱۲	مکمل...... اس ایڈیشن کی جلد۳ میں ہے۔
حکومتی ایڈیشن کا حصہ ۱۳،۱۴،۱۵	مکمل...... اس ایڈیشن کی جلد۴ میں ہے۔
حکومتی ایڈیشن کا حصہ ۱۶،۱۷،۱۸،۱۹،۲۰،۲۱	مکمل...... اس ایڈیشن کی جلد۵ میں ہے۔

ہر جلد کے اوّل میں اس جلد میں شامل حصوں کی فہرست دے دی ہے۔

آخری جلد کے آخر میں مکمل پانچ جلدوں یعنی ۲۱ حصوں کی فہرست یکجا دے دی ہے۔

قادیانی حضرات کی کرم فرمائی کے نمونے

۱...... حکومتی سطح پر اس کاروائی کے اوپن ہوتے ہی قادیانیوں نے ایک کتاب شائع کی۔ ’’خصوصی کمیٹی میں کیا گزری‘‘ کتاب کیا ہے۔ تمسخر، بدکلامی، پھبتیوں کا مجموعہ مثلاً (۱) ’’عقل سلیم سے عاری‘‘ (۲) ’’پرلے درجہ کی بے عقلی‘‘ (۳) ’’پوری اسمبلی اس معاملہ میں ناکام ہوئی‘‘ (۴) ’’ان...... کی قوت فیصلہ کو مفلوج کر دیا تھا‘‘ (۵) ’’مگر عقل وشعور اس کمیٹی میں (جملہ ممبران قومی اسمبلی) ایک جنس نایاب کی حیثیت رکھتی تھی‘‘ (۶) ’’جو کچھ کاروائی کے نام پر ہوا۔ وہ محض ایک ڈھونگ تھا‘‘ یہ کلمات ممبران قومی اسمبلی کے لئے استعمال کئے گئے۔ یہ چھ جملے صرف نمونہ کے طور پر پیش کئے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر لگتا ہے کہ حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی کی کمیٹی کاروائی کیا شائع ہوئی گویا قادیانیت کے قدموں کے نیچے آگ کا تندور دہکا دیا گیا کہ وہ اب ننگی گالیوں اور بدزبانیوں پر اتر آئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا کہ اس وقت ان کے دل ودماغ کی کیا حالت بد ہے جو انہیں کسی کروٹ چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔

قادیانیوں نے زیادہ تر حوالہ جات پر دھوکہ دہی کی ہے۔ راقم نے جگہ جگہ بین القوسین (ان بریکٹ) اصل قادیانی کتب کے موجودہ ایڈیشن کے حوالہ جات لگا دیئے ہیں۔ قادیانیوں نے اس کتاب میں کیا کہا۔ اس کا نوٹس ہی نہیں لیا۔ حوالہ جات صحیح درج ہونے سے مختلف ایڈیشنوں کے صفحات سے وہ جو دجل کی بولی بولتے تھے وہ از خود بند ہوگئی۔ البتہ حواشی میں جو آب آں غزل میں اس قادیانی کتاب کے مصنف مرزا سلطان کو منہ لگائے بغیر فقیر نے مرزا ناصر کو کھری کھری سنانے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ قادیانی مصنف پوری اسمبلی کو عقل سے عاری، مفلوج، پرلے درجے کے بے عقل کہے اور ہم جواب میں مرزا ناصر کو کچھ سنا دیں تو قادیانیوں کو ہے یہ گنبد کی صداء جیسے کہو ویسے سنو، کا مراقبہ کرلینا چاہئے۔

۲...... پاکستان پیپلز پارٹی کا ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قادیانی جماعت نے ساتھ دیا۔ سپورٹ کی، الیکشن مہم چلائی، مالی، جانی امداد کی۔ اس کتاب ’’خصوصی کمیٹی کیا گزری‘‘ مرزا ناصر احمد کا یہ قول نقل کیا۔ ’’ہمیں خداتعالیٰ کا یہ منشاء

معلوم ہوتا تھا کہ کسی ایک پارٹی کو مستحکم بنایا جائے۔ چنانچہ ہم نے اپنی عقل سے...... پاکستان پیپلز پارٹی...... ووٹ دینا ملکی مفاد کے عین مطابق سمجھا۔“

قادیانی جماعت نے خدائی اشارہ کو جو اپنی عقل سے سمجھا وہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حمایت کی شکل میں ظہور میں آیا۔ اب قادیانی عوام غور فرمائیں۔ خدائی اشارہ میں گڑبڑ ہوگئی یا مرزا ناصر کی عقل نے مار کھائی کہ جس جماعت کے متعلق خدائی اشارہ سمجھا تھا کہ اس کا ساتھ دو اسی جماعت نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ خدائی اشارہ تھا کہ جس کا نتیجہ غیر مسلم ہونے کی شکل میں بھگتنا پڑا؟!

۳...... اس قادیانی کتاب میں اس پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ کسی اسمبلی کو کسی کے مذہب کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمارا صرف اتنا سوال ہے کہ آپ درخواست دے کر کیوں اسمبلی کی کاروائی کا حصہ بنے۔ اگر یہ بات بنیادی طور پر غلط تھی۔ تو تمہیں درخواست کر کے اس غلط کاروائی کا حصہ نہیں بننا چاہئے تھا۔ درخواست دے کر کاروائی کا حصہ بنے جب دیکھا کہ بات نہیں بنتی نظر آتی تو واویلا شروع کر دیا کہ اسمبلی کو اس فیصلہ کا حق نہیں۔ پھر جرح کے دوران مان بھی لیا کہ کون مسلمان ہے کون نہیں۔ اس پر متعلقہ اتھارٹی کو فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

قارئین کرام!

۱...... اسمبلی کی کاروائی کے دوران میں ایک ممبر اسمبلی ایسا نہیں تھا جس نے ایک دفعہ بھی یہ کہا ہو کہ قادیانی مسلم ہیں ان کو غیر مسلم قرار نہ دیں۔ بلکہ تمام ممبران اسمبلی کا اس امر پر اتفاق تھا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ آزاد خیال، آزادانہ ماحول میں بحث سننے کے بعد تمام ممبران قومی اسمبلی متفق اللسان تھے کہ قادیانی کافر ہیں۔ ان کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزا ناصر پر جو سوالات ہوئے مرزا ناصر نے جوابات میں جو جو گوہر فشانی کی اس کا نتیجہ پوری قادیانیت کے سامنے ہے۔

آپ کتاب پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کس طرح مرزا ناصر لاجواب ہوا، مبہوت ہوا، ششدر رہ گیا، جواب نہ دے سکا۔ چیئرمین نے رولنگ دی کہ گواہ جواب دینے سے کترا رہا ہے۔ انہیں کہنا پڑا کہ سوال کا جواب نہیں آیا۔ مرزا ناصر کو کئی مقامات پر کہنا پڑا کہ میں غلط سمجھا تھا۔ وہ میری غلطی تھی۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ منظر دیکھ کر کتاب پڑھتے پڑھتے کئی مقامات پر میری طبیعت میں وجد کی کیفیت پیدا ہوئی۔ قارئین بھی ایسے ہی محسوس کریں گے۔ میں نے یہ چیزیں ارتجالاً عرض تو کر دیں مگر عمداً حوالہ نہیں دیا کہ آپ خود پڑھیں اور فقیر کی طرح حق کی فتح اور باطل کی ذلت آمیز شکست کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالائیں کہ کفر ہار گیا اور اسلام جیت گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا!

۲...... قادیانی فرماتے تھے کہ اسمبلی کی کاروائی چھپ جائے تو آدھا پاکستان قادیانی بن جائے۔ ہمارے ایک وفد نے اب حال ہی میں قومی اسمبلی کے اس زمانہ کے سپیکر جناب فاروق علی خان سے انٹرویو لیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب قادیانیوں سے کہیں ناں کہ وہ کاروائی چھپ گئی ہے آدھے ملک کو کیوں قادیانی نہیں بناتے۔ بتاؤ ناں! اب

کیا رکاوٹ ہے؟ لیکن اس موقعہ پر فقیر درخواست گزار ہے کہ جو انصاف پسند قادیانی اسے محبت و بغض سے خالی ہو کر پڑھے وہ ضرور قادیانیت پر چار حرف ڈال کر حق کو قبول کرلے گا۔ پڑھیئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔

۳...... اس کاروائی میں آپ پڑھیں گے کہ جب ایک ممبر نے مرزا قادیانی کے متعلق کہا کہ مرزا صاحب نے فلاں جگہ یوں لکھا ہے تو دوسرا ممبر کھڑا ہو گیا اسمبلی کی کاروائی کے دوران، اسمبلی ہال میں کہ ''مرزا قادیانی...... الحرام تھا'' یہ قومی اسمبلی کے ممبر جناب خواجہ محمد جمال کوریجہ کے الفاظ تھے۔ اتنی بڑی گالی لڑھکائی جو دوران مطالعہ آپ پڑھیں گے۔ اس کاروائی کا یہ حصہ ہے۔ ریکارڈ پر ہے میرے نزدیک مرزا ناصر کی جرح کے جوابات کا یہ اثر اسمبلی کے ممبران پر پڑا تھا جن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کاروائی کو پڑھ کر آدھا ملک قادیانی ہو جائے گا۔ میرا مؤقف یہ ہے کہ اس کاروائی کو پڑھنے کے بعد خود قادیانی قیادت اپنے عوام کے سامنے سے منہ چھپائے گی۔

۴...... قادیانی قیادت اب بحث بند کرے۔ قیاس کے گھوڑے نہ دوڑائے۔ فریب کے چکر نہ دے۔ کتاب کو ہم نے شائع کر دیا ہے۔ وہ صرف اپنے عوام سے کہے کہ اس کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ اپنے نصاب کا حصہ سمجھیں۔ یہی اپیل میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کرتا ہوں۔ انشاءاللہ! جو بھی مطالعہ کرے گا اس کے سامنے پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ ہو جائے گا۔ مطالعہ شرط ہے۔

قارئین کرام! اتنے عرصہ کے بعد یہ کاروائی سامنے آئی ہے۔ جو سرکاری رپورٹ ہے۔ آفیشل ایک سرکاری ادارہ کی رپورٹ ہے۔ اس کو پڑھیں کہ میں اب آپ کے اور اس کتاب کے مطالعہ کے درمیان حائل نہیں رہنا چاہتا۔ پڑھیں اور اپنے بزرگوں کی محنت کی داد دیں کہ کس طرح منبر ومحراب کی صداء کو حق تعالیٰ نے قومی اسمبلی میں بلند کرنے کا سامان پیدا کیا۔ فقیر کے خیال میں یہ سب ورفعنالك ذكرك کا مشاہدہ ہے۔ تاکہ حق الیقین کا درجہ حاصل ہو۔ حق کو اللہ تعالیٰ نے سرخرو کیا۔ وتعز من تشاء! قادیانیت پسپا ہوئی۔ وتذل من تشاء! اور اسی منظر کو آپ اس کتاب میں دیکھیں گے۔

حرف آخر

اس کتاب کی تیاری کے لئے جس جس دوست نے جتنا جتنا حصہ لیا وہ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ انہیں اجر عظیم نصیب فرمائیں۔ فقیر نے مرحلہ بمرحلہ سب کا تذکرہ کر دیا ہے۔ اگر کسی دوست کا تذکرہ ہونا رہ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف فرمانے والے ہیں۔ مجھے شکریہ ادا کرنا ہے اپنے مخدوم ومطاع حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری مدظلہ، حضرت مولانا مفتی خالد محمود کراچی، حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی، حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ کا کہ وہ گاہے بگاہے اس کتاب کی بابت پوچھتے رہے اور یوں فقیر کی ڈھارس بندھواتے رہے۔

محتاج دعا: فقیر اللہ وسایا!

مورخہ ۲۷؍جولائی ۲۰۱۳ء، مطابق ۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بروز ہفتہ، بوقت ۵؍بجے شام، دفتر ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

ام المصائب سیدہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا ...... اور سیف اللہ حضرت سیدنا خالدؓ بن ولید کے مزارات پر حملے

حافظ محمد انس!

جولائی ۲۰۱۳ء میں سیدہ زینبؓ وسیدنا خالدؓ بن ولید کے مزارات کو جنگی حملوں کے درمیان نقصان پہنچا۔اس سے متاثر ہو کر یہ مضمون لکھا گیا جو پیش خدمت ہے......ادارہ

حضرت زینبؓ حضور سرور کائنات a کی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی ہیں۔آپ کا نام زینبؓ،کنیت ام الحسن ہے۔کربلا کے بعد آپ ام المصائب کے نام سے مشہور ہوئیں۔آپ کے دیگر القابات شجاعہ، فصیحہ، زاہدہ، فاضلہ ہیں۔آپؓ کی پیدائش جمادی الاول ۵ ہجری میں حضرت فاطمہؓ کے گھر میں ہوئی۔خود سرور کائنات a نے آپ کا نام زینبؓ رکھا اور فرمایا کہ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (یعنی اپنی نانی) کی ہم شبیہ ہے۔

حضور a نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ کی عمر اس وقت ۶ رسال تھی اور جب سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپؓ کی عمر مبارک ساڑھے چھ سال تھی۔یکے بعد دیگرے اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ a اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے پیش آنے والے غم ناک واقعات نے آپ کو بہت ہی زیادہ صدمات سے دوچار کیا۔حضور سرور کائنات a نے اپنی رحلت کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میرے بچے کہاں ہیں؟۔انہیں میرے پاس لے آؤ۔حضرت فاطمہؓ سب بچوں کو لے کر آگئیں۔سب بچے حضور a کو دیکھ کر رونے لگے۔حضرت زینبؓ نے آپ a کے سینہ مبارک پر سر رکھ دیا اور زور زور سے رونے لگیں۔حضور a نے آپ کے ماتھے کو چوما اور آپ کو دلاسہ دیا۔

خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق آقا a کا ارشاد مبارک ہے"انا مدینة العلم و علی بابها" کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔اس علمی فضیلت جو سیدنا حضرت علیؓ کو بارگاہ نبوت سے ملی۔اس کا حصہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ زینبؓ کو بھی عنایت فرمایا۔آپ اپنی زندگی میں درس وتدریس سے بھی وابستہ رہیں۔آپ کے علم وفضل کا چہار سو عالم میں چرچا تھا۔

آپ کی شادی حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے ہوئی اور وہ اکثر حضرت زینبؓ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ:"زینبؓ بہترین گھر والی ہیں۔"باوجود اس کے گھر میں غلام، خادمائیں موجود تھے۔لیکن حضرت زینبؓ اپنے اکثر کام خود کیا کرتی تھیں اور اپنے شوہر کی بے حد خدمت کرتی تھیں۔

جس وقت امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ نے کوفہ کے لوگوں کی طرف سے دعوت پر مکہ سے کوفہ جانے کا پروگرام بنایا تو حضرت زینبؓ بھی آپ کے ساتھ شریک قافلہ ہوئیں۔میدان کربلا میں خاندان نبوت پر جو بیتی، جو ظلم ہوا۔اس مشکل گھڑی میں وہ خانوادہ نبوت کے ہمراہ شریک غم والم تھیں۔

قارئین کرام! مختصر یہ کہ امت کے افراد نے سیدنا حسینؓ ایسی شخصیت کو شہید کیا جس کی رگوں میں سرور کائنات a کا پاک خون مبارک دوڑتا تھا۔ اس سے بڑا ظلم چشم فلک نے نہیں دیکھا ہوگا۔ ارض کائنات اس کے بعد بڑا ظلم نہ دیکھے گی۔ جس وقت میدان کربلا میں ان لوگوں کو پانی نہیں مل رہا تھا۔ جن کے ہونٹوں کو سرور دو عالم a چوما کرتے تھے۔ وہی ہونٹ اس میدان میں پانی کے قطروں کے لئے ترس رہے تھے۔ اللہ اکبر کبیرا! حضرت زینبؓ بھی اس میدان میں موجود تھیں۔ آپ کے بیٹے اور بھتیجے اپنی جانوں کا نذرانہ دین محمد a کے لئے پیش کر رہے تھے۔ اس المناک واقعہ کے بعد جب حضرت زینبؓ کو گرفتار کر کے یزید ملعون کے سامنے لایا گیا۔ قارئین کرام! ظلم دیکھئے کہ اس شخصیت کو گرفتار کیا گیا۔ جن کے چہرہ انور نے حضرت محمد عربی a کے سینہ انور سے برکات حاصل کی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد حضرت زینبؓ نے جو یزید کے سامنے تاریخی خطبہ دیا۔ وہ خطبہ شیر خدا کی بیٹی ہونے اور سرور کائنات a کے فرمان عالی ’’افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر‘‘ کا مکمل مظہر تھا۔ کربلا سے واپسی کے تھوڑے عرصے بعد حضرت زینبؓ بہت ہی زیادہ دکھی رہا کرتی تھیں۔ بروایات مختلف شام میں آپ کی وفات ۶۲ ہجری میں ہوئی۔

سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولیدؓ

سرور کائنات a کی ہستی مبارک میں اللہ رب العزت نے تمام کمالات جمع فرما دیئے تھے۔ آپ a جامع الکمالات تھے۔ آپ a کی نظر مسیحانے صحابہ کرامؓ میں جہاں بے شمار مفسر، محقق، مدرس، معلم، زاہد، مجتہد، فقہاء، مجاہد پیدا کئے۔ وہاں بڑے بڑے جرنیل جن کے ناموں سے دنیا کانپتی تھی۔ بڑی بڑی سلطنتوں اور فوجوں والے سلاطین کے ان کے نام سے پتے پانی ہو جایا کرتے تھے۔ ان مقدس ہستیوں میں، ان مقدس جرنیلوں میں ایک عظیم نام سیدنا حضرت خالد بن ولیدؓ کا ہے۔ جن کو فاتح اعظم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک ایسا جرنیل جس نے صرف اور صرف دین اسلام کی سربلندی کے لئے کم وبیش چھوٹی بڑی ۱۲۵ لڑائیاں لڑیں اور کسی ایک میں بھی شکست کا منہ نہ دیکھا۔

آپ کا نام خالدؓ، کنیت ابو سلیمان ہے اور آپ کا لقب سیف اللہ (اللہ کی تلوار) ہے۔ یہ لقب آپ کو بارگاہ نبوت a سے ملا۔ آپ کا تعلق مخزوم قبیلہ سے تھا جو قریش کے قبیلہ بنو ہاشم کے بعد مرتبہ میں دوسرے نمبر پر تھا۔ آپ کے والد گرامی کا انتہائی باوقار روساء میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے کھجوروں کے بہت سارے باغات بھی تھے۔ غرض حضرت خالد بن ولیدؓ معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ شروع ہی سے جرأت، بہادری، شجاعت اور شوق جنگجوانہ رکھتے تھے۔ آپ کے قبیلہ کو قریش نے فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ دے رکھا تھا اور آپ اس کا خوب حق بھی ادا کرتے تھے۔ اسلام لانے سے قبل دوسرے کفار کی طرح آپ بھی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔ جنگ احد میں مسلمانوں کو فتح جو تھوڑی دیر کے لئے بظاہر شکست میں تبدیل ہوئی تھی۔ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی وجہ سے تھی کہ جن پچاس تیر اندازوں کو حضور a نے ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو حضرت خالدؓ نے اس راستے کو خالی دیکھ کر یہاں سے مسلمانوں

پر حملہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سارا نقصان اٹھانا پڑا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبول اسلام بھی اہمیت کا حامل ہے۔ ۷ ہجری میں حضور سرور کائنات حضرت محمد a عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ آپ a اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے جو تین دن مکہ میں گزارے اس کے کفار پر بہت ہی گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ بڑے بڑے کفار آپ a کے اخلاق کریمانہ، عجز، انکساری سے متاثر ہو کر اسلام کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے اسلام کے متعلق غور وخوض کرنا شروع کیا اور خود ہی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کی محبت وعظمت ڈال دی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جس جنگ میں حضور a کے خلاف قریش کے ساتھ جاتا ہوں۔ واپسی پر میرا دل بوجھل ہو جاتا ہے اور ضمیر سے آواز آتی ہے کہ خالد تیری یہ تمام کوششیں اور تگ ودو بالکل ناکام جائے گی۔ بلاشبہ حضرت محمد a تم پر ضرور غالب آئیں گے۔ جب آپ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش سے معاہدہ کر کے واپس ہوئے میں نے کہا کہ قریش کی تمام شان وشوکت سب کچھ خاک میں مل گیا۔ پھر اچانک صلح حدیبیہ کے بعد مجھے میرے بھائی ولید کا خط جو اس مضمون پر مشتمل تھا ملا:

’’میں نے اس سے زیادہ تعجب والی بات نہیں دیکھی کہ تجھ جیسا عقل مند اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے سے ابھی تک کیوں انکاری ہے۔ رسول اللہ a کو تیرے حال کی خبر ہوئی ہے اور تیرے متعلق رسول اللہ a نے مجھ سے پوچھا ہے خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ a! جلد وہ آپ a کے پاس آ جائے گا۔ پھر رسول اللہ a نے فرمایا کہ تعجب ہے اس بات پر کہ اس جیسا زیرک اور عقل مند آدمی بھی اسلام سے ناآشنا ہے۔ خالد تمام تر کوششیں جو کفر کے لئے کر رہا ہے۔ اگر اسلام کے لئے کرتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا۔ تو بھائی آپ دیر نہ کریں اسلام قبول کر لیں اور اپنے کیے ہوئے کو مٹا دیں۔‘‘

جب میں نے اس خط کو پڑھا تو میں قبول اسلام کے لئے مدینہ کی طرف چل پڑا۔ عثمان بن طلحہ بھی میرے ساتھ مل گئے۔ راستہ میں عمرو بن العاصؓ بھی ہمارے ساتھ چل پڑے۔ مدینہ سے باہر جب ہم نے پڑاؤ کیا تو میرا بھائی بھاگ کر آیا اور مجھے ملا کہ جلدی چلو۔ رسول اللہ a آپ کا انتظار فرما رہے ہیں۔ پھر میں بارگاہ نبوت a میں جا کر اسلام کی قبولیت سے مشرف ہوا۔ پھر سرور کائنات a نے فرمایا کہ حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے تجھے اسلام کی توفیق عطاء فرمائی۔ میں دیکھتا تھا کہ تو صاحب فہم ودانش ہے اور مجھے پوری امید تھی کہ فہم ودانش تجھے ضرور بھلائی کی طرف لائے گی۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کی یا رسول اللہ a آپ دیکھتے ہیں کہ میں نے جنگوں میں اسلام اور آپ a کے مقابلہ میں آتا تھا۔ میں بہت شرمندہ نادم ہوں۔ اس لئے آپ a سے درخواست ہے کہ آپ a دعا کریں کہ اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آپ a نے دعا فرمائی کہ:

’’اے اللہ! خالد بن ولیدؓ کی ان تمام خطاؤں کو معاف فرما دے جو اس نے اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے کی ہیں۔‘‘ حضرت خالد بن ولیدؓ کے قبول اسلام سے کفار کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لئے اور اسلام کے لئے نیک شگون ثابت ہوا۔ بعد ازاں دین اسلام کی سربلندی کے لئے آپ نے کئی چھوٹی

بڑی جنگوں میں فتح حاصل کی اور آپ کے سبب اللہ نے اسلامی فتوحات سے مسلمانوں کو نوازا۔ آپ نے اپنی زندگی میں کم و بیش ۱۲۵ جنگیں لڑیں۔ ان تمام میں ناقابل شکست رہے۔ ان میں سے مشہور یہ ہیں۔

۱۔۔۔۔۔ غزوہ موتہ ۲۔۔۔۔۔ فتح مکہ ۳۔۔۔۔۔ غزوہ حنین

۴۔۔۔۔۔ غزوہ طائف ۵۔۔۔۔۔ فتح عراق ۶۔۔۔۔۔ جنگ یرموک وغیرہ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ جہاد فی سبیل اللہ مرغوب ہے۔ آپ نے ۲۱ ہجری میں انتقال فرمایا۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ نے یہ تاریخی جملے روتے ہوئے ارشاد فرمائے کہ:

’’میں نے بڑے بڑے معرکوں میں شرکت کی اور میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس پر تلوار، نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو۔ لیکن اب میں بستر پر اپنی طبعی موت مر رہا ہوں۔‘‘

درد دل

قارئین کرام! اب آتے ہیں اختتام کی طرف۔ گذشتہ تاریخوں میں ۱۹ رجولائی ۲۰۱۳ء کو شام میں جاری جنگ جو محض ہوس اقتدار، نشہ حکمرانی کی خاطر ہے۔ حضرت زینبؓ کے مزار مبارک پر۔ پھر ۲۲ رجولائی کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے مزار مبارک پر حملے کئے گئے۔ ان ظالموں، درندوں سے کوئی پوچھے کہ ان سونے والی مقدس شخصیات کا محفوظ عن الخطاء شخصیات کا موجودہ جنگ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ شامی فوج باغیوں پر الزام لگا رہی ہے اور باغی شامی فوجیوں پر الزام لگا رہے ہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ کس نے کیا ہے۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ زندہ لوگوں سے جو مرضی سلوک کرو۔ لیکن آرام سے سونے والوں کو تو معاف کرو ظالمو۔ کس نے حملہ کیا، کیوں کیا، کس مقصد کے لئے کیا؟۔ اس بات کا دکھ کھائے جا رہا ہے امت بکھر چکی ہے۔ بٹ چکی ہے۔ ہر طرف ہو کا عالم ہے۔ ہر آدمی پریشان ہے۔ مسائل ہیں۔ پریشانی ہے۔ اللہ رب العزت اس کا بہترین حل فرمائیں۔ ہم تو صرف اور صرف رونے کے لئے زندہ رہ رہے ہیں۔ خوشی ہمارے مقدر میں کہاں ہے؟۔ آپ اس پر جو مرضی کریں میں تو دست بستہ روتے ہوئے بالفاظ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ بذریعہ باد صبا، روضہ سرکار دو عالم a تک یہ دکھ پہنچانے کی کوشش کروں گا کہ یارسول اللہ a محتاج ہیں نظر کرم کے:

نبی اکرمؐ شفیع اعظم دکھے دلوں کا پیام لے لو تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارہ نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
عجیب مشکل میں کارواں ہے نہ کوئی جادہ نہ پاسباں ہے بشکل رہبر چھپے ہیں راہ زن اٹھو ذرا انتقام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے تمام دنیا خفا ہے ہم سے تمہی محبت سے کام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تمہی محبت سے کام لے لو
یہ دل میں ارمان ہے اپنے طیب (انس) مزار اقدس پہ جا کے اک دن ان کو سناؤں میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

بس آخر میں یہی کہوں گا اللہ اکبر، ولذکر اللہ اکبر، ورضوان من اللہ اکبر!

ہر غنی آدمی پر قربانی واجب ہے!

مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ!

حضرات میں چند ہفتوں سے قربانی کے متعلق جس چیز کو رو رہا ہوں وہ عمل قربانی کو نہیں، بلکہ میں عقیدہ قربانی کو رو رہا ہوں۔ انگریزی اخبارات میں متعدد بار اور مسلسل اس کے خلاف مضامین چھپتے رہے اور میں اپنے احباب سے برابر پوچھتا رہا کہ کیا کسی اخبار نے اس کا کوئی جواب لکھا؟ مگر مجھے یہی معلوم ہوتا رہا کہ تمام اخبارات اس کی طرف سے خاموش ہیں۔ جو شخص اس کے خلاف لکھ رہا ہے اور قربانی کو رسم بد اور فساد فی الارض کہہ رہا ہے کہ قربانی کی بھی ایک رسم بد چل پڑی ہے۔ جس طرح تراویح کی رسم بد چل پڑی۔ یہ شخص بارہ سو برس کے اجماعی عقیدہ کا انکار کر رہا ہے۔ جو عقیدہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ رہا یہ شخص اس کو فساد فی الارض کہہ رہا ہے۔

غرض یہ لوگ اس عقیدہ کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ لیکن عقیدہ ہی وہ چیز ہے جس کی درستگی ہی سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قربانی ضروری ہے مگر باوجود استطاعت کے اس کو نہ کرتا ہو، تو اس شخص کی نجات ہو جائے گی۔ مگر جو شخص ایسا ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قربانی اسراف مال ہے اور بیکار فعل ہے۔ پھر اگرچہ اس عقیدہ کے ساتھ وہ قربانی ہمیشہ کرتا رہے مگر اس خرابی عقیدہ کی بناء پر ابد الآباد تک جہنم میں رہے گا۔ تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قربانی ہر غنی پر واجب اور ضروری ہے، ورنہ دائرہ اسلام میں رہنا ناممکن ہے اور یہ زہر ایسا پھیلا ہوا ہے کہ میرے پاس باہر سے بھی خطوط آتے رہے ہیں۔

یہ الفاظ کہ: ’’قربانی بھی ایک رسم بد چل پڑی ہے جس طرح تراویح مسلمانوں میں ایک رسم بد چل پڑی‘‘ کفر کے الفاظ ہیں۔ تو غرض عمل و عقیدہ میں بڑا فرق ہے۔ عمل کو ترک کر دینے سے نجات کی امید ہے مگر عقیدہ ترک کر دینے سے نجات نہیں ہوگی۔ جب عقائد اسلام پر حملہ ہو تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ اسلام کی مدد کرے اور حقیقت میں یہ اسلام کی مدد نہ ہوگی بلکہ خود اپنی ہی مدد ہوگی۔ اپنی جان کی مدد ہوگی، اپنی آخرت کی مدد ہوگی۔ ہم پر جو قربانی فرض کر دی گئی وہ اسی نسبت ابراہیمی کو زندہ کرنے کے لئے جب کہ نبی کریم a نے فرمایا ’’سنة ابیکم ابراهیم ‘‘ تو چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی میں گوشت مقصود نہ تھا بلکہ جان دینا تھا۔ اسی لئے ہمارے لئے بھی حکم ہے کہ جان کی قربانی دینا مقصود ہے۔ جو اصل میں بدل ہے اپنی جان کا۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء لکھتے چلے جاتے ہیں کہ اگر کسی نے قربانی کا سارا گوشت خود ہی رکھ لیا اور اس کی کھال بھی اپنے ہی استعمال میں لے آیا تب بھی قربانی ہوگئی۔ دوسرے صدقات تو مال کو ملک سے نکالنا مقصود ہے۔ لیکن اس جگہ مال تو ملک میں رہتا ہے تو جب گوشت بھی اسی کی ملک رہا اور کھال وغیرہ بھی اسی کی ملک میں رہی تو آخر اس کے پاس سے کیا چیز نکل گئی جس کا ثواب ملا؟ تو ظاہر ہے کہ صرف قربانی کی جان نکلی ہے اور یہی مقصود ہے قربانی کا۔

اس لئے اس کو دوسرے صدقات پر قیاس کر کے یہ کہنا اتنا گوشت ضائع ہو رہا ہے، حماقت ہے۔ کیا جس مال کے خرچ کرنے سے اللہ مل جائے وہ مال ضائع ہوگا؟ خود حضور a نے سو اونٹ قربان فرمائے اور سو اونٹ قربانی فرمانے میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور اس سے خون بہا یعنی خون کا بدلہ دیا جائے تو شریعت نے ایک انسانی جان کا خون بہا سو اونٹ مقرر فرمائے ہیں اور اس مقدار پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے تو گویا آپ نے سو اونٹ قربانی فرما کر یہ بتا دیا کہ قربانی دراصل انسان کی جان کا بدلہ ہے اور یہ سو اونٹ آنحضرت a نے اپنی جان کا بدلہ دیا۔ تو اصل گوشت پوست نہیں بلکہ جان دینا ہے۔

اب جب یہ بات سمجھ آ گئی اور خدا کرے کہ سمجھ میں آ گئی ہو کہ قربانی دراصل جان کے قائم مقام ہے تو اب سمجھئے کہ اگر آپ قربانی کی بجائے صدقہ دیویں تو کیا صدقہ قربانی کا بدل ہو سکتا ہے اور کیا یہ صدقہ جان کا بدل ہو سکتا ہے؟ کیونکہ آپ نے لاکھ روپے بھی صدقہ دیا تب بھی وہ آپ کی جان کی قیمت نہیں۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو لاکھ روپیہ اس شرط پر دیا جائے کہ تم اپنی جان دے دو تو وہ ہرگز اس پر راضی نہ ہوگا۔ تو اب خداوند کی رحمت دیکھئے کہ انہوں نے قربانی کو جان دینے کا بدلہ بنا کر بڑا احسان کیا کہ جو اجر و ثواب کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی نہ ملتا وہ چند روپے خرچ کرنے سے عطاء فرما دیتے ہیں۔ اب جو مخالفین کہہ رہے ہیں کہ روپے خیرات کر دو۔ کیا کوئی ذی ہوش یہ خیال کر سکتا ہے یہ قیمت اور روپے قربانی کے (یعنی جان دینے کے) برابر ہو جائیں گے؟ اگر کروڑ روپے بھی کوئی شخص خیرات کر دے تب بھی قربانی کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم پر ایسا سخت دور بھی آیا کہ کئی کئی وقت کھانے کو نہ ملتا تھا۔ صرف چند کھجوروں پر کئی کئی دن گذر جاتے تھے اور بعض اوقات تو صرف گٹھلیاں چوس چوس کر صحابہؓ نے وقت گذارہ ہے۔ مگر باوجود اتنی تنگی، تختی کے بھی قربانی کی گئی۔ حضور a نے یہ نہیں فرمایا کہ قربانی کا روپیہ ان لوگوں کو دے دو۔ حالانکہ ان سے زیادہ اور کون ضرورت مند ہوگا اور اس سے زیادہ کون سا دور سخت ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی ہی کرنا ضروری ہے۔ قیمت یا روپیہ دینا کافی نہیں ہو سکتا۔ یہی راز ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک گائے میں چھ حصہ دار تو قربانی کے حصے لیں اور ایک حصہ کوئی شخص گوشت کرنے کو لے لے تو ان چھ آدمیوں کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ کیونکہ قربانی کا مقصود جان دینا ہے۔ جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سب کی قربانی بیکار گئی۔ تو اگر گوشت مقصود ہوتا تو سب کی قربانی ہو جاتی۔ اسی طرح جانور میں شرطیں ہیں کہ اندھا نہ ہو، لنگڑا نہ ہو وغیرہ۔ تو اگر گوشت مقصود ہوتا تو یہ شرطیں کیوں ہوتیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل گوشت مقصود ہے ہی نہیں بلکہ اصل جان دینا ہے۔ اس کے بعد یہ سنئے کہ قربانی ہر جگہ کرنا ضروری ہے۔ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ صرف مکہ میں ہی قربانی ہو سکتی ہے، یہ غلط ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں کسی شخص نے قبل نماز قربانی کر دی اور آ کر رسول کریم a کو اطلاع دی کہ حضور a میں نے قربانی کر دی ہے۔ آپ a نے فرمایا، قربانی نہیں ہوئی۔ ''شاۃ لحم'' یہ گوشت کی بکری ہوگئی اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس لئے کہ عید کی نماز مکہ معظمہ میں نہیں ہوتی۔ وہاں پر خدا تعالیٰ نے معاف کر دی ہے۔ کیونکہ ارکان حج ادا کرنے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ''فصل لربك وانحر'' تو اس جگہ قربانی کو اللہ تعالیٰ نے نماز

کے ساتھ جوڑا۔اس میں پتہ دیا اس بات کا کہ جس طرح نماز کے اوقات مقرر ہیں۔اسی طرح قربانی کا بھی وقت مقرر ہے کہ دسویں تاریخ کو نماز عید کے بعد بارھویں کے غروب آفتاب تک اس کا وقت ہے۔اگر بارھویں کے غروب کے بعد یا عید کی نماز سے قبل سو اونٹ بھی ذبح کر دیے جائیں تو اتنا ثواب نہ ہوگا جتنا اس وقت میں ایک حصہ کرنے کا۔تو یہ عبادت بھی نماز کی طرح ہے کہ جس کا وقت متعین ہے، مکان متعین نہیں۔قربانی کا ہر جگہ ضروری ہونا یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے لئے دلیلیں بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ آج عوام کی دینی حالت اس قدر مضمحل ہوگئی ہے کہ ایسی ظاہری باتوں میں بھی ان کو شبہات پیدا ہونے لگے۔اصل یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کی ضرورت نہیں پڑتی۔(اگرچہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہے)

مثلاً ہم کو اس کا علم ہے کہ زمین ''بغداد'' میں ایک شہر آباد ہے۔حالانکہ ہم نے کبھی بغداد نہیں دیکھا۔مگر چونکہ ساری دنیا اس کے وجود پر متفق ہے اور جب سے بغداد آباد ہوا ہے، اس وقت سے برابر نسلاً بعد نسلٍ ہر شخص اس کے وجود کو تسلیم کرتا چلا آ رہا ہے۔اس لئے ہم کو بھی اس میں کوئی شبہ نہیں ہوتا نہ کبھی اس کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کی ضرورت پڑی ہے۔اسی طرح یہ قربانی کا عمل ہے کہ نبی کریم a سے لے کر آج تک ہر جگہ یہ عمل رہا۔ صحابہؓ نے کس قدر قربانیاں کیں اور تابعین نے۔تو جس عمل پر صحابہؓ، تابعینؒ تبع تابعینؒ اور امت کے تمام علماء وصلحاء چودہ سو سال سے متفق ہوں، وہ آج لاہور میں آکر چند بے دین لوگوں کے نزدیک جو صرف یہیں کی پیداوار ہیں، بے کار اور بے اصل قرار پائے۔

الغرض! یہ کوئی نظری عقیدہ نہیں کہ جس کو دلائل قائم کر کے ثابت کیا جائے۔بلکہ آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح ہے اور چودہ سو برس کے مسلمانوں کا متفقہ تعامل ہے۔جیسے بغداد کے شہر کی مثال ابھی گذری۔

امام ابوحنیفہؒ قربانی کے ہر جگہ ہونے پر بحث فرما رہے ہیں۔اسی طرح امام شافعیؒ ودیگر ائمہ اس موضوع کے ہر پہلو کو واضح فرما رہے ہیں اور یہ حضرات پہلی صدی کے لوگ ہیں تو کیا اس وقت سے آج تک کوئی اس حقیقت کو نہ سمجھا جو آج ان چند جدید لاہور کے محققین پر واضح ہوئی؟ میں بقسم کہتا ہوں اور میرے پاس قسم سے زیادہ کوئی چیز یقین دلانے کے لئے نہیں کہ یہ لوگ دین کی حقیقت ہی نہیں سمجھے۔اگر دین کی ہوا بھی ان کو لگی ہوتی تو یوں ٹھوکریں نہ کھاتے۔دین کی سمجھ پیدا ہوتی ہے علم دین پڑھنے اور نیک صحبت اختیار کرنے سے۔مگر آج کل لوگوں کو دین سے صرف غفلت ہی نہیں بلکہ نفرت اور وحشت ہے۔

اب رہا کہ اس کا دنیا میں کیا نفع ہے؟ سو یہ ایسا سوال ہے کہ اس کا جواب تبھی سمجھ میں آسکتا ہے جس کو یہ سارا نقشہ مستحضر ہو۔یعنی حاجیوں کا جانا، اس کی وجہ سے دل پر چوٹ لگنا، دل میں وہاں جانے کی حسرت ہونا، جن لوگوں پر یہ کیفیات طاری ہوں، ان سے پوچھئے کہ ان کو یہ تشبہ حاصل کر کے کچھ سکون حاصل ہوتا ہے اور جو شخص ایسا ہو کہ جس کے دل پر نہ چوٹ لگے، نہ عید کے دن اس کو کوئی خاص اہتمام ہو، نہ خوشبو، نہ غسل، نہ قربانی تو اس کو ان باتوں کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔یہ تو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل پر کچھ چوٹ لگی ہو۔مولانا روم فرماتے ہیں۔

حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود

معارف خطبہ نکاح!

قسط نمبر:6

مولانا محمد یوسف خان!

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں

اب یہاں کیفیات آتی ہیں۔ظاہر ہے کہ کبھی لڑائی جھگڑا بھی ہوتا ہے۔کبھی ناپسندیدہ بات بھی سامنے آتی ہے۔کبھی مزاج کے خلاف باتیں سامنے آتی ہیں۔کبھی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں۔جو دوسروں کے بتانے والی نہیں ہوتیں۔آج معاشرے کے اندر گھریلو زندگی میں بسا اوقات شوہر سے غلطی ہوتی ہے۔بسا اوقات بیوی سے غلطی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گھریلو زندگی کا ایک اصول سکھایا اور وہ اصول یہ ہے،فرمایا:''ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ''﴿وہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان عورتوں کے لئے لباس ہو۔﴾

یہ بڑا گہرا اصول ہے۔یہاں مفسرین نے اس کی تفسیر لکھی ہے کہ لباس کا کام کیا ہوتا ہے؟ انسان کپڑے کیوں پہنتا ہے؟ اس لئے تاکہ جو چیزیں چھپانے والی ہوتی ہیں۔ان کو چھپایا جاسکے اور موجب زینت ہو۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعراف کی آیت ۲۲ میں لباس کا مقصد بتایا ہے کہ انسان یہ کپڑے کیوں پہنتا ہے،فرمایا:''یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا ''﴿اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا ہے جو تمہارے ستروں کو ڈھانپ لے اور موجب زینت ہو۔﴾

لباس کے دو مقصد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ا...... جو چیز چھپانے کے قابل ہے۔یہ انسان اس کو چھپائے ظاہر نہ ہونے دے۔۲...... اور یہ لباس موجب زینت ہو انسان اچھا لباس پہنے بے ڈھنگا لباس نہ پہنے۔ تو جب اس آیت میں فرمایا:''ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ''کہ تمہاری عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو تو مفسرین نے اس آیت سے مفہوم لیتے ہوئے فرمایا کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس ہونا چاہئے۔ یعنی آپس کی باتوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہئے،چھپا کر رکھنا چاہئے اور ایک دوسرے کے لئے زینت بننا چاہئے۔ایک دوسرے کے لئے آراستہ بننے کی کوشش ہونی چاہئے۔ وہ الگ بات ہے کہ ہمارے معاشرے کے اندر عورتیں دوسروں کو دکھانے کے لئے تو آرائش اختیار کرتی ہیں۔اپنے شوہر کے لئے آرائش اختیار نہیں کرتیں۔حالانکہ اسلام نے بیوی کو آرائش کی جو اجازت دی ہے۔وہ شوہر کے لئے دی ہے کہ شوہر کے سامنے زیب وزینت اور آرائش اختیار کرو تاکہ عفت وعصمت اور پاکدامنی کا تحفظ ہوسکے۔بہت گہری بات ہے لیکن ہمارے معاشرے میں رواج کیا ہے؟ شوہر کے سامنے گندے میلے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں اور باہر جانا ہو کسی کی طرف جانا ہو تو زیب و زینت کرکے جاتا ہے۔اور پھر یہ غلطی بھی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تو میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس بنایا تھا۔ایک دوسرے کو ڈھانپنے والا بنایا تھا۔ہمارے معاشرے میں کیا ہونے لگا؟ یہ جو مرد ہے یہ اپنی ذاتی گھریلو باتیں جاکر دوسروں کو بتاتا ہے۔دوستوں کو بتاتا ہے۔اپنے بھائیوں کو اپنی بہنوں کو بتاتا ہے۔اب فطری بات ہے کہ لڑکے کے

جو ماں باپ ہوں گے، دوست احباب ہوں گے، بہن بھائی ہوں گے، وہ لڑکے کی ہی فیور کریں گے۔ اس کی طرف داری کریں گے۔ اس کے ذہن کے مطابق پٹیاں پڑھائیں گے اور یہ جو عورت ہے اگر یہ اپنی باتوں کو ڈھانپ کر نہ رکھے اور جا کر اپنی ماں کو بتائے باپ کو بتائے اور اپنی بہنوں کو اپنے بھائیوں کو بتائے تو ظاہر ہے وہ لڑکی کی ماں ہونے کے ناطے اس کی ہی فیور کرے گی۔ اس کو اس کے مطابق پٹیاں پڑھائے گی۔ سلجھی ہوئی خواتین بھی ہیں جو گھر بسانے کی بات کریں گی۔ بیٹی کو سمجھائیں گی۔ باپ بھی سمجھائے گا۔ ایسے حضرات بھی ہیں۔ لیکن عمومی معاشرہ کیا ہے؟ لڑکا اپنے گھر والوں کو باتیں بتاتا ہے اور لڑکی اپنے گھر والوں کو باتیں بتاتی ہے۔ پھر دونوں طرف سے فیڈنگ ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں گھر کے اندر جو ماحول پیدا ہوتا ہے وہ بے سکونی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ ایک دوسرے کی باتوں کو ڈھانپو اور ایک دوسرے کے عیبوں کے پیچھے مت پڑو۔

جاسوسی مت کریں

عام زندگی میں بھی یہی اصول سکھایا کہ کسی کے عیبوں کی تلاش میں نہ رہو۔ جاسوسی نہ کرو ٹوہ میں نہ لگو۔ شک میں مت پڑو۔ آج کل معاشرے میں خاص طور پر موبائل اور میسج اور دیگر دنیا کی چیزوں نے بعض گھروں کو اجاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میاں بیوی کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ظاہر ہے کہ شوہر چاہتا ہے کہ جیسا کہ آیت میں ہے:" حافظات للغیب بما حفظ اللہ " کہ عورت اپنی عفت اور عصمت کی اپنی پاک دامنی کی حفاظت کرنے والی ہو۔ بیوی بھی چاہتی ہے کہ شوہر کی نظر کہیں اور نہ جائے اور اس کے خیالات کہیں اور نہ جائیں جو جدید دور کی چیزیں ہیں۔ یہ راحت کا سامان ہیں۔ اگر ان کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے حدود میں رہ کر ان کو استعمال کیا جائے تو ہر چیز بری نہیں ہے۔

نبی کریم a کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ

انسان گھریلو زندگی میں اپنی زبان پر قابو پالے اللہ تعالیٰ گھروں میں سکون اور عافیت عطاء فرمائے گا۔ پھر انسان کتنا اچھا انسان ہے؟ نبی کریم a نے اس کے لئے ایک کسوٹی بتائی ہے۔ اس کو پرکھنے اور جانچنے کا ایک معیار بتایا ہے۔ ایک مختصر سی حدیث ہے۔ بندہ بھی بیٹھ کر اپنے اور اپنی گھریلو زندگی کے بارے میں سوچے تو سہی کہ نبی کریم a نے کیا ارشاد فرمایا ہے اور نبی a نے اپنے اس ارشاد میں چیلنج کیا ہے۔ ایک دعویٰ کیا ہے۔ نبی کریم a نے فرمایا:" خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی " بہت بڑا چیلنج ہے انسان اپنی گھریلو زندگی سوچے اور اس حدیث کو بار بار ذہن میں لائے۔" خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی " یعنی تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے اور میں تم میں سے سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہوں۔ یہ نبی کریم a کا دعویٰ ہے۔ کل گیارہ بیویاں تھیں۔ نو بیویاں بیک وقت آپ کے نکاح میں رہیں۔ مختلف خاندانوں اور مختلف قبائل کی بھی ہیں۔ اعلیٰ خاندانوں کی عورتیں تھیں۔ مختلف عمروں کی بیویاں تھیں۔ ان نو بیویوں کے ساتھ ایک معاشرتی زندگی کا اعلیٰ ترین پیمانہ رکھ کر اور پھر اتنی واضح اور صاف گھریلو زندگی کہ حضرت

آدم علیہ السلام سے آخری نبی a تک جتنے بھی انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے۔ کسی ایک نبی کی بھی گھریلو زندگی اتنی کھل کر سامنے نہیں آئی۔ جتنی کہ نبی a کی گھریلو زندگی کھل کر سامنے آئی ہے اور مستشرقین یورپی ممالک نے جو اسلام کے بارے میں ریسرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے نبی کریم a کی گھریلو زندگی پر بڑی ریسرچ کی ہے۔ کس طرح نبی a نے عدل کے ساتھ کس طرح محبت کے ساتھ، کس طرح انصاف کے ساتھ تو ازواج مطہرات ان کے مزاجوں کے فرق ان کی سوچوں میں فرق ان میں سے ہر ایک کے گھریلو بیک گراؤنڈ کا فرق ہے۔ خاندانی پس منظر کا بڑا فرق ہے۔ لیکن اس کے باوجود نبی a نے ایک بہترین گھریلو زندگی سامنے رکھی ہے۔

انسان ان اصولوں پر جتنا مرضی عمل کرتا رہے، کرتا رہے۔ اگر بالفرض مزاجوں کے اختلاف کی وجہ سے سوچوں کے اختلاف کی وجہ سے رویوں کے اختلاف کی وجہ سے خاندانی اختلاف کی وجہ سے اگر گھریلو زندگی کے اندر اونچ نیچ آئے۔ کچھ توڑ پھوڑ ہو کچھ دلوں میں دوریاں آ جائیں۔ کچھ اختلافات آ جائیں۔ تو ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟ اس بارے میں قرآن وسنت نے ہمیں کیا رہنمائی دی ہے؟

سوچوں کا اختلاف فطری بات ہے

نکاح کے بعد میاں بیوی آپس میں زندگی گزارتے ہیں۔ ان مردوں اور عورتوں کے اندر اللہ نے آرزوؤں کو رکھا ہے۔ جذبات کو رکھا ہے۔ خواہشات کو رکھا یہ دونوں نکاح کے ذریعے آپس میں منسلک ہوتے ہیں تو اللہ رب العزت نسل انسانی کے پھیلانے کا اس کو ذریعہ بناتے ہیں اور ایک معاشرتی زندگی وجود میں آتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک انسان جب معاشرے میں وقت گزارتا ہے۔ اپنے گھر میں وقت گزارتا ہے۔ تو بسا اوقات دو بھائی ہوتے ہیں۔ ان دو حقیقی بھائیوں کے درمیان سوچ کا اختلاف ہوتا ہے۔ مزاج کا اختلاف ہوتا ہے۔ دو حقیقی بہنیں ہوتی ہیں۔ بچپن میں ساتھ رہی ہیں۔ ساتھ کھیلی ہیں۔ ایک گھر میں رہی ہیں۔ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لیکن اللہ کا نظام ہے کہ ان دو حقیقی بہنوں کے اندر سوچ میں اور رائے میں اختلاف ہوتا ہے۔ مزاج میں اختلاف ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔ اس نظام کو انسان نہیں بدل سکتا نہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں یہ حکم دیا ہے کہ تم سارے لوگ اپنے مزاج ایک جیسے بنالو۔ سوچیں ایک جیسی بنالو۔ نبی کریم a نے یہ تربیت فرمائی ہے کہ میاں بیوی ایک سوچ اور ایک مزاج کے ہو جائیں۔ بس جو شوہر سوچے وہی بیوی سوچے۔ جو بیوی سوچے وہی شوہر سوچے۔

عورت کی فطرت

نبی کریم a نے اس بات کو ایک اور طریقے سے سمجھایا ہے۔ بعض لوگ اسے منفی پہلو کی طرف لے جاتے ہیں۔ بعض لوگ یہ ارشاد نبوی عورت کی تحقیر کے لئے بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عورت کی تحقیر کے لئے ہرگز نہیں ہے۔ وہ تو نبی کریم a نے خاتون کا مزاج بتایا ہے۔ ایک مزاج تو یہ بتایا ہے نبی کریم a نے کہ عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو سختی سے سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ یہ ٹوٹ جائے گی۔ اب نبی کریم a نے یہاں عورت کی برائی نہیں بیان کی۔ اس کا مزاج بتایا ہے۔ اس کی نفسیاتی کیفیت بتائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلقتاً اس کو پیدا ہی ایسا کیا ہے۔ اس کی جسمانی ساخت ہی یہی ہے۔ اس کی ذہنی ساخت ہی یہی ہے۔

مساوات کی عالمی کوششیں

بہت سے لوگ کوشش کرتے ہیں۔ دنیا میں کوشش ہو چکی ہے مساوات کے بارے میں کہ مرد اور عورت کے حقوق برابر ہونے چاہئیں۔ آج شادی کے بعد یہ سوچتا ہے کہ ہم دونوں کا ذہن ایک ہونا چاہئے۔ میں اگر سبزی پسند کرتا ہوں تو بیوی بھی سبزی پسند کرے۔ مجھے اگر گوشت پسند ہے تو اسے بھی گوشت پسند ہو۔ وہ اپنی سوچ کو بدلے۔ بالکل اسی طرح ایک اور سوچ بھی ہے کہ مرد اور عورتوں کے درمیان مساوات ہونی چاہئے۔ ملکوں کے قوانین بن گئے کہ مرد اور عورت کے درمیان مساوات ہونی چاہئے۔ برابری کے حقوق ہونے چاہئیں۔ وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے مرد اور عورت کو برابر کو حق دیا ہے۔ اگر مرد طلاق دے سکتا ہے تو عورت بھی طلاق دے سکتی ہے۔ بظاہر بڑے خوشنما قوانین ہیں۔ آپ اپنے بچوں کی بہادری دیکھنا چاہتے ہیں تو اس چھوٹے بچے کے ہاتھ میں گولیوں سے بھرا ہوا ریوالور کیوں نہیں دیتے؟ وہ اپنی حفاظت خود کرلے۔ لیکن ہر باپ یہی سمجھتا ہے کہ اس میں بچے کا نقصان ہے۔ معاشرے کے دوسرے افراد کا نقصان ہے۔ کسی کو گولی لگ سکتی ہے تو میں یہ عرض کررہا ہوں کہ وہ لوگ جو مرد اور عورت کے حقوق میں مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب ان کے قوانین کا مطالعہ کیا ان موضوعات پر بات ہوئی۔ مختلف ملکوں میں جاکر جب اس موضوع پر بات ہوئی تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے یہ مساوات دی ہے۔ فلاں چیز میں مساوات ہے۔ اسلام عورت کو پیچھے کرتا ہے اور مرد کو اہمیت دیتا ہے۔

قادیانی عورت کا انتقال اور اس کے خاندان کا قبول اسلام

ایک قادیانی خاتون کا انتقال ہوا۔ زوجہ ناصر محمود جس کے اہل خانہ جو کہ علاقہ میں مشہور معروف قادیانی تھے۔ انہوں نے اس خاتون کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی کوشش کی۔ جناب اجمل بھائی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے مکمل تحقیقات کے لئے اہل علاقہ سے ملاقاتیں کیں۔ جب انہیں یقین ہوگیا کہ خاتون قادیانی تھی۔ تب انہوں نے ستی کے دوسرے اراکین سے رابطہ کرکے باہم مشاورت کے بعد طے کیا کہ اس خاتون کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونا چاہئے۔ تمام اراکین ستی نے امیر مولانا میاں مشرف اور چودھری شفقت اور دیگر معززین علاقہ اور علماء کو موقع پر بلایا۔ ان حضرات نے قبرستان میں قبر کھودنے والے شخص سے استفسار کیا کہ کیا مرنے والی خاتون قادیانی تھی؟ جس کا جواب ہاں میں تھا۔ یہ اعتراف تقریباً ۱۲۰۰ افراد کے سامنے ہوا۔ جس میں علماء اور معززین علاقہ بھی شامل تھے اور بعد میں منحرف ہوکر کہا کہ خاتون تو مسلمان تھی۔ جبکہ تحقیقات سے ثابت ہو چکا تھا کہ متوفیہ قادیانی تھی۔ مذکورہ حضرات نے اس قادیانی خاندان سے دو علماء کی شہادت طلب فرمائی۔ اگر شہادت مل جائے تو آپ کو اجازت ہے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اور انہوں نے اہل حدیث مکتبہ فکر کے ۲ علماء مولانا عزیز الرحمن اور قاری الیاس صاحب کو رات ۲ بجے اراکین کے سامنے پیش کیا اور بعد تحقیق ان دونوں علماء نے بھی متوفی کو قادیانی قرار دے دیا اور قادیانیوں نے اس خاتون کی نعش کو قادیانیوں کے قبرستان میں دفن کیا۔ اراکین اور حضرات کی اس کاوش کو اللہ کریم نے بارآور کیا اور چند روز بعد وہ تمام خاندان جو کہ ۱۹ افراد پر مشتمل تھا۔ قادیانیت سے تائب ہوکر حضور اکرم a کی غلامی میں آگئے۔

مولانا نورالحق نور c کا سانحہ ارتحال!

مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی!

اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

حیات مستعار کی نوے بہاریں دیکھ لینے کے بعد وہ جن کے کانوں میں بخاری کے زمزمے اب تک گونجتے تھے۔ وہ جنہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی وتمام امراء حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی صحبتیں پائیں۔ خدمتیں کیں، دعائیں لیں اور کاروان ختم نبوت کا پھریرا تادم آخریں ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بالآخر دنیا کی بے ثباتی پہ مہر لگاتے ہوئے آخرت کے سفر پہ کامیاب وکامران رواں دواں ہوگئے۔

مولانا نورالحق نور بروز بدھ ۲۵؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۵؍جون ۲۰۱۳ء دن کے ساڑھے بارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مرحوم ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا نور محمد ولد میاں عاقبت شاہ ضلع سوات کے ڈب تاروگے سے پشاور نقل مکانی کر کے تشریف لائے تھے۔ مرحوم کی نرینہ اولاد میں چاروں بیٹے عالم دین تھے۔ مولانا فضل الحق، مولانا عبدالحق، مولانا عبدالجلیل اور مولانا نورالحق نور، جن میں سے اللہ نے مولانا نورالحق نور مرحوم کو ختم نبوت کے کام کے لئے چنا۔

مرحوم جامعہ اشرفیہ پشاور کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ آپ کے شیخ حضرت مولانا زین العابدین المعروف حاجی مولوی صاحبؒ تھے جو کہ وادی پشاور کے اجل علماء میں سے تھے۔ آپ نے سلوک میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ میں قطب عالم، قدوۃ العلماء والصلحاء شیخ المشائخ سیدی ومرشدی قبلہ ومولائی خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ وبرداللہ مضجعہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی اور باقاعدگی سے خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں حاضری کو اپنے معمول میں رکھا۔ ساری عمر اپنے شیخ اور اوران کی اولاد امجاد سے محبت کو اپنا سرمایہ رکھا۔ حضرت کے دار فنا سے دار بقاء کو کوچ کرنے کے بعد آپ کے خلیفہ اجل سرتاج اولیاء والصلحاء شمس الہدیٰ والتقیٰ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دامن اطہر کو تھام لیا اور باوجود پیرانہ سالی کے باقاعدگی سے خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ ٹیکسلا تشریف لے جایا کرتے تھے۔

مولانا نورالحق نورؒ نے کسب معاش کے لئے ذاتی کاروبار کو ترجیح دی اور تحفظ ختم نبوت کے لئے خدمت اور جدوجہد کو اپنا شعار بنایا۔ یہ مرحوم کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت امیر شریعتؒ سے لے کر امیر ہشتم محدث العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم تک جملہ اکابر کے زیر سایہ اپنی بساط سے بڑھ کر خدمت کا اعزاز پایا۔ آپ مرکزی شوریٰ کے مسلسل رکن رہے اور آپ کی بات کو اکابر مجلس نے ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ سال رواں کے

مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس ملتان میں انتہائی ضعف کے باوجود شرکت فرمائی اور ناچیز سے یہ کہا کہ شاید یہ میری زندگی کا آخری سفر ہو اور آخری اجلاس میں شرکت ہو۔ یہ سوچ کر میں چلا آیا کہ جاتے جاتے ارکان شوریٰ سے ملاقات کے نیاز بھی حاصل ہو جائیں گے اور مرکزی دفتر کے در و دیوار پہ بھی آخری نگاہ ڈال لوں گا۔ اب تو اک خواہش ہے کہ جن حضرات کی جوتیوں میں ساری زندگی بیٹھتا رہا اللہ کریم انہیں کی جوتیوں میں روز آخرت جگہ عطا فرمادے۔ کچھ عرصہ پہلے جب دبے لفظوں میں مرحوم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں میں تو اب جسمانی کمزوری کی بنا پر کام کی سکت نہیں رکھتا۔ کسی اور ساتھی کا انتخاب کرلیں تو ناچیز نے ان سے یہ عرض کی آپ کی یہ بات مناسب اور برمحل ہے۔ لیکن میری خواہش یہ ہے کہ آپ کا دم رخصت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سٹیج پر ہو اور آپ کی زندگی میں آپ کے نام کے ساتھ ہم سابق نہ لگائیں۔ اس پر مرحوم نے آنسوؤں کی جھڑی میں ناچیز کو بہت دعائیں دیں۔ وفات سے ہفتہ عشرہ قبل جب عیادت کے لئے آپ کے ہاں جانا ہوا تو بڑی دیر تک اپنے نحیف ہاتھ میں میرا ہاتھ لئے اکابر کی باتوں اور عنایتوں کا ذکر کرتے رہے اور دعا دی کہ اللہ آپ سے تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کا کام لے۔

مولانا نور الحق نورؒ کا ناچیز کے گھرانے سے قدیم تعلق تھا۔ میری سب سے بڑی ہمشیرہ جو کہ اپنی عمر کی چھٹی دہائی میں ہیں فرماتی ہیں کہ ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے تو کبھی کبھی مولانا نور الحق نورؒ والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم پوپلزئیؒ کے حکم پر ہم دو بہنوں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر مسجد قاسم علی خان تک لایا کرتے تھے۔

جنرل پرویز مشرف کی پرویزیت کے تاریک دور میں پاسپورٹ کے مسئلہ پر مجلس کے پلیٹ فارم سے ہر جلسے ہر جلوس ہر مظاہرے میں ناتوانی کے باوجود جوانوں سے زیادہ جوش وخروش اور ولولے کے ساتھ شرکت کی اور کسی بھی مشکل مرحلے پر پیچھے نہیں ہٹے۔ مرحوم اپنی زندگی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ہر اٹھنے والی تحریک میں روح رواں رہے اور متعدد بار قید وبند کی سختیاں بھی برداشت کیں۔ کسی بھی پروگرام کے موقع پر مولانا نور الحق نورؒ اپنے رائے پیش کرنے سے کبھی پیچھے نہیں رہے اور نہ کبھی یہ سوچا کہ سب سے مختلف رائے دینے پر میرے متعلق لوگوں کی کیا رائے ہوگی اور جو کام اپنے خیال میں وہ خود کرسکتے تھے کبھی کسی دوسرے کے حوالے نہیں کیا۔

مرحوم کی نماز جنازہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، انجمن تبلیغ قرآن وسنت اور تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء نے شرکت فرمائی۔ جبکہ تاجر برادری، دیگر سیاسی جماعتوں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات کثیر تعداد میں شریک تھے۔

مرحوم کی تعزیت کے لئے آنے والے افراد کا تانتا تین دن تک بندھا رہا۔ بروز جمعۃ المبارک صوبہ خیبر پختونخواہ کے مختلف اضلاع میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی ذمہ داران نے خطبات جمعہ میں مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا اور مغفرت وبلندی درجات کے لئے دعائیں کیں۔ جبکہ قریبی اضلاع کے عہدہ داران مجلس بنفس نفیس بعد از نماز جمعہ مرحوم کی رہائش گاہ پر تشریف لائے۔ مرحوم نے اپنے سوگواران میں اراکین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ایک بیوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔ الحمدللہ مرحوم اپنی زندگی میں اپنی تمام اولاد کے گھر بسانے کی ذمہ داری سے بخیر وخوبی سبکدوش ہوچکے تھے۔

مولانا نورالحق نور صاحب c کا وصال!

مولانا اللہ وسایا!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ اور ممتاز راہنما، مرکزی مجلس شوریٰ کے سب سے پرانے رکن مولانا نورالحق نور ۶ رجون ۲۰۱۳ء کو پشاور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا نورالحق صاحب کے والد گرامی حضرت مولانا نور محمد صاحب سوات سے ترک وطن کر کے پشاور میں تشریف لائے۔ جامع مسجد ہشت نگری کے خطیب مقرر ہوئے اور بہت نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ مولانا فضل حق، مولانا نورالحق نور اور مولانا عبدالجلیل تینوں حضرات مولانا نور محمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔ مولانا نورالحق ان تینوں بھائیوں میں منجھلے بھائی تھے، جو مولانا نور محمد صاحب کے گھر ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا نورالحق نور پانچ سال کے تھے کہ والد مولانا نور محمد صاحب کا وصال ہو گیا۔

ان کے وصال کے بعد جامع مسجد ہشت نگری کے خطیب مولانا فضل حق مقرر ہوئے۔ آپ نے بڑا نام پایا، آپ کی پشاور ریڈیو سے تقاریر نشر ہوتی تھیں اور صوبہ کی سطح پر آپ کی رائے اور فتاویٰ کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ علماء کرام میں شستہ، شگفتہ، منطقی قسم کی منجھی ہوئی گفتگو کرنا اور پُر مغز سلیس اور رواں تقریر کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مولانا فضل حق صاحب نے ہی والد گرامی کے بعد اپنے چھوٹے بھائیوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا نورالحق صاحب نے تمام تعلیم گھر پر اپنے بڑے بھائی مولانا فضل حق صاحب سے حاصل کی۔

مولانا نورالحق صاحب کا گھرانہ نامور علمی گھرانہ تھا، ایک دفعہ خود راقم سے ارشاد فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بنے تو مجھے آپ سے پشاوری ہونے کے ناتے بہت قرب نصیب ہوا۔ ایک بار میں نے حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ جو اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ تھے سے درخواست کی کہ حضرت شیخ بنوریؒ کا اسلام آباد اور پشاور کا پروگرام ہو تو اس دوران مجھے تھوڑا سا وقت مل جائے تو میری صاحبزادی کا نکاح حضرت شیخ بنوریؒ پڑھا دیں جو میرے پورے خاندان کے لئے سعادت کا باعث ہو گا۔ مولانا محمد شریف جالندھری یکدم اٹھے میرا ہاتھ تھاما اور حضرت بنوریؒ کی خدمت میں حاضر کر دیا کہ حضرت یہ مولوی صاحب (مولانا نورالحق نور) آپ سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں، جونہی عرض کیا فوراً حضرت بنوریؒ نے بشاشت قلبی اور فرحت سے وقت کا تعین کر دیا۔ وقت مقررہ پر آپ کراچی سے تشریف لائے، میرے گھر ہشت نگری میں مختصر قیام فرمایا اور میری بیٹی کا نکاح کا خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔ اس دوران کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا نورالحق نور نے بتایا کہ جونہی بیٹھنے کے لئے حضرت بنوریؒ نے جوتیاں اتاریں، میں نے بڑی عقیدت سے نہ صرف اٹھا لیں بلکہ انہیں سینے سے لگا لیا، حضرت بنوریؒ نے دیکھا تو

بڑے جلال سے فرمایا کہ: ظلم نہ کرو، ظالم نہ بنو، تم نے مجھ پر بہت ظلم کیا، ایسا بالکل نہ کرنا چاہئے تھا۔ لگا تار تین چار جملے پشتو میں شدید اضطراب کے ارشاد فرمائے۔ میں نے احترام میں جوتے رکھ دیئے اور مجلس میں مؤدب ہوکر بیٹھ گیا۔ تقریب کے اختتام پر اپنے بھائی مولانا فضل حق سے ذکر کیا کہ میں نے اس طرح حضرت بنوریؒ کے نعلین اٹھائے تو آپ نے شدید الفاظ میں اضطراب کا اظہار کیا۔ مولانا فضل حق نے فرمایا کہ حضرت بنوریؒ نے حضرت مولانا نور محمد سواتی ہمارے والد گرامی سے شرح ملا جامی پڑھی ہے، اس حوالہ سے آپ ان کے استاد زادے ہیں، اس احترام کے باعث جوتے اٹھانے پر آپ نے شدید اضطراب کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا نورالحق صاحب کا گھرانہ علمی گھرانہ تھا، آپ نے جتنی دینی تعلیم حاصل کی گھر پر کی اور پھر شعور پاتے ہی مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوگئے۔ حضرت امیر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی محبتوں کے بہت گہرے نقوش ان کے قلب وجدان پر تھے۔ پاکستان بنتے ہی جونہی ان حضرات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کا فیصلہ کیا۔ اٹھتی جوانی میں آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ایسے سرگرم عمل ہوگئے کہ زندگی کے آخری سانس تک کسی دوسری جماعت کی طرف رخ کر کے دیکھا بھی نہیں، اس کو کہتے ہیں: ''یک در گیر ومحکم گیر'' یکسوئی وتندہی سے ایک سمت متعینہ پر محنت کیے جانے کی اس سے زیادہ عمدہ مثال پیش کرنا مشکل ہے، جو مولانا نورالحق نور پیش کر گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں خوب قول کے پکے اور عزم کے پختہ انسان تھے۔

فقیر ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے قافلہ میں شامل ہوا، اس وقت مولانا نورالحق صاحب کی جوانی جوبن پر تھی، مولانا سید منظور احمد حجازی، مولانا قاضی محمد اللہ یار خان، مولانا خدابخش ایسے فاضل نظریاتی خطیب مجلس کے پلیٹ فارم پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کا ہر دوسرے ماہ مولانا نورالحق صاحب نور کی دعوت پر پشاور جانا ہوتا تھا۔ ان ساتھیوں میں سے کسی ایک کو بلواتے چار پانچ روز جامع مسجد ہشت نگری یا جامع مسجد قاسم علی خان میں ان کا قیام رکھتے، صبح وشام دن، رات پانچ چھ پروگرام کراتے، چار پانچ روز میں پچیس تیس پروگرام ہوجاتے، یوں انہوں نے سالہا سال تک اس خطہ میں عقیدۂ ختم نبوت کی جوگ جگائے رکھی۔

فقیر راقم کی تقرری فیصل آباد ہوئی، مولانا نورالحق نور نے کسی متذکرہ دوست کا مرکز سے وقت مانگا ہوگا، وہ فارغ نہ ہوں گے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری نے فقیر کو بھیج دیا، بس اس کے بعد پشاور کے حضرت مولانا نورالحق صاحب سے ایسی یاد اللہ کی رسم پروان چڑھی کہ باہمی اعتماد وجماعتی تعلق، ذاتی محبت میں ہی تبدیل ہوگیا۔

۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانی اوباشوں نے مسلمان طلبا پر حملہ کیا، اس سے ایک ہفتہ پہلے فقیر پشاور کے سفر پر تھا۔ ۲۹ رمئی کو چناب ایکسپریس سے ہی فیصل آباد واپس آنا تھا، یاد نہیں کہ سیٹ نہ ملی یا کوئی اور وجہ ہوئی کہ لاہور کا راستہ اختیار کرلیا جب ۲۹ رمئی کی شام لاہور سے ہوکر فیصل آباد، حاضر ہوا تو شہر میں اگلے روز کی ہڑتال کا اعلان ہورہا تھا اور مولانا تاج محمودؒ، مولانا مفتی زین العابدینؒ اور دیگر راہنماؤں کی الخیام ہوٹل میں پریس کانفرنس ہونا تھی، فقیر نے سامان رکھا، پریس کانفرنس میں حاضر ہوا اور پھر چل سو چل۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ۱۹۸۴ء میں مولانا نورالحق نور پیش پیش رہے۔ پشتو زبان کے اچھے خطیب تھے، جب بھی بات کرتے پتے کی کرتے۔ مولانا نورالحق نور مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بنے، پہلے دن سے اپنی زندگی کے آخری اجلاس تک ایک بھی اجلاس ایسا نہیں جس میں آپ کا آنا نہ ہوا ہو، ایک دن پہلے تشریف لاتے تھے، پورا دن دفتر میں ملک بھر سے آنے والے مہمانوں سے ملتے رہتے۔ اگلے روز اجلاس میں شریک ہوتے۔ اجلاس کے ختم ہوتے ہی واپسی کا سفر شروع ہو جاتا، اس معمول میں کبھی تخلف نہیں ہوا۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ، پھر ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں پابندیٔ وقت سے ہمیشہ تشریف لاتے، ایک بھی آپ کا ناغہ نہیں ہوا۔

کانفرنس جمعرات، جمعہ کو منعقد ہوتی، آپ بدھ، جمعرات کی درمیانی رات تشریف لاتے جمعرات فجر کی نماز باجماعت کانفرنس کے پنڈال میں ادا کرتے، جمعرات صبح کے درس قرآن سے لے کر جمعہ کے روز عصر تک برابر ہر اجلاس میں اسٹیج پر بیٹھ کر پوری کارروائی میں حصہ لیتے، جب موقع ملتا بیان بھی کرتے، ادھر اجلاس ختم ہوا، اختتامی دعا ہوئی، ادھر ان کا سفر شروع ہو جاتا۔ اسلام آباد، راولپنڈی، مانسہرہ تک مجلس کے پروگرام بڑے اہتمام سے منعقد کراتے یا اس میں شریک ہوتے، خوب ہی محنتی انسان تھے۔

مولانا نورالحق نور کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ سے تھا۔ حضرت خواجہ خواجگانؒ کا کمال احترام کرتے تھے بلکہ اپنے شیخ کا احترام کرنا ان کا عمل مثالی تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی ان سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا نورالحق، حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی دامت برکاتہم کے مجلس میں تشریف لاتے ہی بہت خوش ہوئے۔ حضرت مفتی پہلے پشاور کے امیر منتخب ہوئے، پھر مرکزی شوریٰ کے لئے آپ کی تقرری ہوئی، پھر پورے صوبہ کے نظم کے انچارج مقرر ہوئے، مفتی صاحب کے تشریف لانے سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام نے صوبہ خیبر پختونخواہ میں وسعت اختیار کی۔ مولانا نورالحق صاحب بھی اس پورے دور میں آپ کے دست و بازو رہے۔ مولانا نورالحق صاحب نے چوراسی سال زندگی پائی۔ آپ کے داڑھی کے بال ایک دفعہ سفید ہو کر پھر کالے ہونے شروع ہوئے۔ قابل رشک صحت سے زندگی گزاری، آخری عمر میں بڑھاپے کے اثرات ضرور تھے، لیکن آخر وقت تک کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔

آپ کے وصال کے وقت فقیر بیرون ملک کے سفر پر تھا واپسی پر چناب نگر کورس پھر کراچی کا سفر درپیش تھا۔ پشاور تعزیت کے لئے وقت نہ نکال پایا، آج کراچی ہی کے سفر میں یہ سطور لکھی ہیں۔ مرحوم کی محبتوں، شفقتوں اور اصاغر پروری کو یاد کرتا ہوں تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے کہ: ''زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے۔''

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں، ان کے درجات بلند ہوں اور پسماندگان کو اللہ رب العزت صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الامی الکریم۔

مولانا سید محمد یوسف بنوری c بحیثیت قائد تحریک ۱۹۷۴ء!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی!

حضرت بنوریؒ ۱۵؍ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق ۹؍اپریل ۱۹۷۴ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پانچویں امیر منتخب ہوئے۔ آپ کو جماعت کی زمام قیادت سنبھالے ہوئے ابھی دو ماہ نہیں گذرے تھے کہ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) کا سانحہ رونما ہوا۔ آپ ان دنوں سوات کے دورے پر تھے۔ یہ خبر سنتے ہی فرمایا۔

عدوئے شر بر انگیزد کہ خیر ما در اں باشد

آپ جلدی سے واپس تشریف لائے اور امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا شروع کر دیا۔ ۳؍جون ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں تمام مسالک کے علماء کرام، مشائخ عظام کا اجلاس منعقد ہوا۔ جسے ناکام بنانے کے لئے حکومت نے مولانا تاج محمودؒ، مولانا مفتی زین العابدین، حکیم عبدالرحیم اشرف کو لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پر اتار لیا۔

۹؍جون کو حضرت والا کی دعوت پر مختلف مسالک کی بیس جماعتوں کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں حضرت بنوریؒ کو کل جماعتی مجلس عمل کا عارضی صدر منتخب کیا گیا۔ مجلس عمل نے ۱۴؍جون ۱۹۷۴ء کو ملک بھر میں پرامن ہڑتال اور قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اس دوران وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے مجلس عمل کے عمائدین سے فرداً فرداً ملاقات کی۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں وزیراعظم سے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر دیا۔

۱۳؍جون کو وزیراعظم نے قوم سے خطاب کیا۔ لیکن تحریک سے متعلق کوئی بات نہ کی۔ ۱۴؍جون کو کراچی سے خیبر تک پورے ملک میں پرامن ہڑتال ہوئی۔ ۱۶؍جون کو فیصل آباد میں مجلس عمل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں وزیراعظم کی تقریر پر غور وخوض ہوا اور حضرت والا کو مجلس عمل کا مستقل صدر منتخب ہونے کے لئے مجبور کیا گیا۔ حضرت نے صدارت قبول فرمائی۔ حضرت نے کراچی سے خیبر تک تفصیلی دورے کئے۔ حضرت والا نے ہر مقام کو سامعین کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔

۳۰؍جولائی کو حضرت والا کے خلاف نوائے وقت کے سوا دوسرے اخبارات میں اشتہار چھپنے شروع ہوئے جس کا حضرت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ ۳۱؍جولائی کو وزیراعظم نے مستونگ بلوچستان میں اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلہ کی تاریخ کا اعلان کل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ فیصلہ کے لئے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ وزیراعظم کے حکم سے قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر مسئلہ ختم نبوت کا فیصلہ کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا۔ چنانچہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے دو مہینے میں ۲۸؍اجلاس کئے۔ جن میں ۹۶ گھنٹے کی نشستیں ہوئیں۔

مجلس عمل کی طرف سے ’’ملت اسلامیہ کا موقف‘‘ نامی کتاب اسمبلی میں تقسیم کی گئی اور مولانا مفتی محمودؒ نے ۲ دن تک پڑھ کر سنایا۔ جب کہ لاہوریوں کے محضر نامہ کا جواب مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے لکھا اور مولانا عبدالحکیم نے پڑھا۔ مرزائیوں کے دونوں گروپوں (قادیانی، لاہوری) نے اپنے اپنے حق میں کتابچے تیار کر کے اسمبلی میں تقسیم کیے۔

قادیانی جماعت کے لاٹ پادری مرزا ناصر احمد پر ۱۱ دن میں ۴۲ گھنٹے بحث کی گئی اور اسے اپنے دفاع کا موقع فراہم کیا گیا۔ جب کہ دو دن تک لاہوری گروپ صدر الدین، عبدالمنان عمر، مرزا مسعود بیگ کو سنا گیا اور انہیں اپنے دفاع کا موقع دیا گیا۔ ۱۳ دن کی بحث کے بعد قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ مرزائیوں کے دونوں گروپوں (قادیانی، لاہوری) جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے، غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ اس پر پوری دنیا سے آپ کو مبارک باد کے خطوط موصول ہوئے جس میں سے چند ایک اہم خطوط ماہنامہ بینات بنوری نمبر جنوری، فروری ۱۹۷۸ء میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ تاریخ ساز فیصلہ بھی بنوری نمبر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ حسب ذیل ہے:

جناب اسپیکر صاحب قومی اسمبلی پاکستان!

جناب مکرم! ہم درج ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ .... ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد نے حضور a کے بعد اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ کہ جھوٹ پر مبنی اس کا دعویٰ نبوت قرآن کریم کی بے شمار آیات کو (نعوذ باللہ) جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش اور ترک جہاد کی تلقین اسلام کے اہم اور بنیادی ارکان سے اس کی کھلی غداری کے مترادف ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کے اتحاد ملی کو تباہ کرنے اور اسلام کو ایک جھوٹا مذہب ثابت کرنے کی غرض سے سراسر استعماری تخلیق تھا اور یہ کہ تمام مسلمہ کا اس امر میں اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ اس کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوں یا اسے کسی بھی شکل ایک مصلح یا مذہبی راہنما مانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ کہ مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں ۶ سے ۱۰ اپریل تک رابطہ عالم اسلامی کے تحت منعقدہ دنیا کے اسلام کی مختلف تنظیموں کے اجلاس نے (جس میں دنیا کے ہر حصہ سے ۱۴۰ تنظیموں اور اداروں نے شرکت کی) متفقہ طور پر تسلیم کیا گیا کہ قادیانیت اسلام اور دنیائے اسلام کے خلاف یکسر تخریبی تحریک ہے جو کذب بیانی اور فریب دہی سے اپنے آپ کو اسلام ہی کا ایک فرقہ ظاہر کرتی ہے۔ لہٰذا یہ اسمبلی اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار (خواہ کوئی سا نام بھی رکھتے ہوں) مسلمان نہیں اور یہ کہ نیشنل اسمبلی میں سرکاری طور پر ایک بل پیش کیا جائے جس سے آئین میں مناسب ترمیم ہو۔ انہیں اس ترمیم کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بطور غیر مسلم اقلیت اپنے حقوق و مفادات کا تحفظ حاصل ہو۔

دستخط کنندگان میں مولانا مفتی محمودؒ، علامہ شاہ احمد نورانی، چوہدری ظہور الٰہی، مولانا ظفر احمد انصاری سمیت ۳۶ ممبران اسمبلی نے دستخط کیے۔

مندرجہ بالا تحریک کی بنیادوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی راہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف اس کے سامنے پیش کردہ قومی اسمبلی کی طرف سے اس کی طرف بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویز کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

الف...... پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

اوّل...... دفعہ نمبر ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

دوم...... دفعہ نمبر ۲۶۰ کی نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف کی جائے، غیر مسلم کی تعریف کرکے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

۲۹ رمئی سے ۷ رستمبر تک ۱۰۰ دن تک شیخ بنوریؒ دن کو بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کرتے اور رات کو اللہ کے حضور رو رو کر تحریک کی کامیابی کی دعائیں کرتے۔

مرکزی مجلس عمل کے راہنماؤں کے دوروں کے مصارف حضرت والا کے حکم پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے تبلیغی فنڈ سے ادا کئے۔ ۷ رستمبر کے تاریخ ساز فیصلہ کی وجہ سے پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت والا اس فیصلہ کے قانونی تقاضوں کی تکمیل کے لئے شب و روز مصروف رہے۔ بعد ازاں مفتی مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ کی معیت میں افریقی ممالک کا چالیس دن تک دورہ کیا۔

مولانا یاسین احمد عثمانی c کا انتقال

مولانا مرحوم بنیادی طور پر شجاع آباد کے رہائشی تھے۔ بچپن میں اپنے چچا قاری خادم حسین خطیب جامع مسجد گلشن پارک اقبال ٹاؤن کے ساتھ لاہور چلے آئے۔ لاہور کے مدارس میں تعلیم حاصل کی اور دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ لاہور میں مختلف مدارس میں تدریس اور مساجد میں امامت وخطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ جوہر ٹاؤن میں ابتدائی تعلیم کا مدرسہ بنایا۔ کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ تا آنکہ وقت موعود آپہنچا اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔ جامعہ عثمانیہ اے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کے مہتمم مولانا خلیل الرحمن حقانی نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاہور میں سپرد خاک ہوئے۔

گزشتہ سال انہیں انہیں دنوں ان کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ ابھی سال نہیں گزرا تھا کہ خود بھی سپرد خاک ہوئے۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ان کے چچا سے ملاقات اور تعزیت کا اظہار کیا اور ان کی مغفرت کی دعا کی۔

مولانا مفتی محمود c کا ۱۹۷۴ء کی تحریک میں قائدانہ کردار!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی!

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو اللہ پاک نے بے پناہ صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ نے اپنی صلاحیتیں دین اسلام کی نشر واشاعت، نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھرپور استعمال کیں۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کے سانحہ ربوہ کے بعد تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ قیادت کے لئے قرعہ فال شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے نام نکلا۔ جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر تھے۔ چنانچہ آپ کی قیادت میں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام، مشائخ عظام، دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' قائم کی گئی۔ مولانا مفتی محمود مجلس عمل کے نائب صدر تھے۔ قومی اسمبلی (جس میں آپ قائد حزب اختلاف تھے) کے اندر اور اسمبلی کے باہر لاکھوں انسانوں سے خطاب فرمایا اور اپنی خطابت کا جادو جگایا۔ اس سلسلہ میں انہیں اس وقت کے رہنماؤں نے جن شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ پیش خدمت ہے۔ اس سے جہاں اسمبلی کے اندر اور باہر کی خدمات اجاگر ہوئی ہیں۔ وہاں قادیانیت کی سنگینی بھی سامنے آئی ہے۔ چنانچہ اس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر، تحریک میں مجلس کے نمائندہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ فرماتے ہیں:

''پارلیمانی محاذ پر دشمنان ختم نبوت کی شکست مفتی صاحب کی بے پناہ علمی، سیاسی اور فکری کوششوں کا نتیجہ تھی۔ صرف یہی نہیں کہ وہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں سے آئینی اور قادیانی جماعت کے سربراہ سے علمی مباحثوں میں مصروف رہے۔ قومی محاذ پر بھی وہ تقریر وخطابت کے ذریعے ملت اسلامیہ کے دلوں کو گرماتے اور جذبوں کو بیدار کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں ملک میں ہونے والے تمام بڑے اجلاسوں میں بنفس نفیس شریک ہوتے۔''

(ترجمان مفتی محمود نمبر ۱۱۲)

جماعت اسلامی پاکستان کے سابق نائب امیر اور اسمبلی میں مفتی صاحب کے ساتھی پروفیسر غفور احمد لکھتے ہیں کہ: ''تحریک ختم نبوت کے دوران بھی قومی اسمبلی کے اندر اور باہر مفتی صاحب بڑے سرگرم رہے۔ ان کی بصیرت اور علم نے اور ان کی محنت نے ہمارا مسلسل ساتھ دیا۔'' (قومی ڈائجسٹ مفتی محمود نمبر ۹۳ ص ۱۲)

سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ رقمطراز ہیں کہ: ''۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کے خلاف عوامی تحریک چلی جس کے نتیجہ میں مجلس عمل کی تشکیل ہوئی جس کے سربراہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ تھے۔ جب اس عوامی تحریک کے نتیجہ میں مسئلہ اسمبلی میں پہنچا تو اسمبلی میں علماء کی طرف سے کیس میں مکمل اور کامیاب نمائندگی حضرت مولانا مفتی صاحب مرحوم نے فرمائی اور مرزا ناصر پر ایسی جرح ہوئی کہ اس کے اوسان خطا ہوگئے۔

(ترجمان اسلام مفتی محمود نمبر ص ۵۴۸)

مولانا زاہد الراشدی مدظلہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل کرنے کے بارہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ’’مفتی صاحب مرحوم نے آئین میں مسلمان کی تعریف، صدر اور وزیر اعظم کے مسلمان ہونے کی شرط اور قرآن وسنت کے متصادم قوانین نہ بننے کی ضمانت کو ضروری قرار دیا تھا۔ وہ رائے عامہ کے محاذ پر مسلسل جدوجہد کے بعد بالآخر ان امور کو ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل کرانے میں کامیاب رہے۔‘‘

(ترجمان مفتی محمود نمبر ۱۶۸)

مولانا عبدالحکیم اکبری لکھتے ہیں کہ: ’’۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے سارے ملک اسمبلی کے اندر اور باہر امت مسلمہ کی خوب ترجمانی فرمائی۔ آپ نے اپنی قوت استدلال سے مرزائیوں (قادیانی ولاہوری) کے کفر پر قائل کر دیا اور آئین میں مفتی صاحبؒ کی کوشش اور دوڑ دھوپ سے وہ تاریخی اضافہ ہوا جس کی وجہ سے اس عظیم فتنہ کی جڑیں ہل گئیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرزائیوں کو باقاعدہ حکومت سے غیر مسلم اقلیت کروا کر آخرت کے بارہ میں اطمینان ہو گیا ہے۔‘‘

(ترجمان اسلام مفتی محمود نمبر ص ۳۹،۳۸)

خطیب العصر مولانا عبدالمجید شاہ ندیم لکھتے ہیں کہ: ’’تحریک ختم نبوت میں آپ کی قائدانہ خطابت نے تحریک میں جان ڈال دی کہ پوری قوم سر بکفن ہو کر میدان میں آ گئی۔ پارلیمنٹ میں مرزا ناصر کی تقریر پر جرح کرتے ہوئے دلائل وبراہین سے اس کے جھوٹ کو بے نقاب کیا اور چند منٹوں میں اسمبلی ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ کیونکہ مفتی صاحبؒ نے قرآن وسنت اور اجماع امت سے اور منطقی استدلال سے مرزا ناصر کا کامیاب تعاقب کیا کہ اس کے لئے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ بالآخر حکومت وقت کو مفتی صاحبؒ کے دلائل کے سامنے جھکنا پڑا اور فیصلہ ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکاروں کا مسلم برادری سے کوئی تعلق نہیں۔‘‘

(ترجمان اسلام مفتی محمود نمبر ص ۱۸۱)

علامہ علی غضنفر کراروی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ’’تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مرحوم کی خدمات جلیلہ اور جدوجہد مخلصانہ نیز قومی اسمبلی میں ملت اسلامیہ کی نمائندگی ناقابل فراموش کارنامے ہیں۔ یہی وہ جبین نقوش تھے جنہوں نے میرے دل ودماغ کو متاثر کیا۔‘‘ (ترجمان اسلام ص ۷۳)

ملت اسلامیہ کا موقف

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی جمیلہ سے ملت اسلامیہ کا موقف مرتب ہوئی اور اسمبلی میں تقسیم کی گئی۔ مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں اسے حرفاً حرفاً پڑھا۔ جس کے نتیجہ میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

غرضیکہ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی عظیم الشان خدمات کو آب زر سے لکھا جائے گا۔ اللہ رب العزت مولانا مفتی محمودؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین!

ترک قادیانیت!

آخری قسط

عبدالقیوم سرگودھا!

یہ حوالہ جات دیکھ کر محترم باقر علی غوروفکر کرنے کے لئے چلے گئے اور دوسرے دن محترم ریاست علی نمبردار پیلو وینس کی معیت میں محترم محمد الیاس وڑائچ کے پاس گئے۔ محترم باقر علی نے محترم محمد الیاس سے عرض کیا کہ میں نے قادیانیت کو بچپن سے قبول کیا ہوا ہے۔ دنیا میں سب سے مشکل کام مذہب کی تبدیلی ہے۔ مجھے توفی کے بارے میں مزید تشفی کرادیں کہ توفی کا حقیقی معنی اور مجازی کیا ہیں۔ محترم محمد الیاس نے جواباً عرض کیا کہ ''التوفی کا مصدر توفی اور مادہ وفی ہے۔'' جس کے اصل معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ انسان کی موت پر جو وفات کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس لئے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لئے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے اس کے معنی کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت نیند میں بھی چونکہ انسانی اختیارات عارضی طور پر معطل کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیئے نیند پر بھی قرآن نے وفات کے لفظ کا اطلاق کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ توفی کے حقیقی معنی اور اصل معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ ''انی متوفیک'' میں یہ اسی اپنے حقیقی اور اصلی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی میں اے عیسیٰ علیہ السلام تجھے یہودیوں کی سازش سے بچا کر پورا پورا اپنی طرف آسمانوں پر اٹھالوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعض نے اسی کے مجازی معنی کی شہرت استعمال کے مطابق موت ہی کے معنی کئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے کہا ہے کہ الفاظ میں تقدیم تاخیر ہے۔ یعنی رافعک (میں اپنے طرف اٹھانے والا ہوں) کے معنی مقدم (پہلے) اور متوفیک (فوت کرنے والا ہوں) کے معنی متاخر (بعد) یعنی میں تجھے آسمان پر اٹھالوں گا اور پھر جب دوبارہ دنیا میں نزول ہوگا تو اس وقت موت سے ہمکنار کروں گا۔ یعنی یہودیوں کے ہاتھ تیرا قتل نہیں ہوگا۔ بلکہ تجھے طبعی موت ہی آئے گی۔

(فتح القدیر وابن کثیر)

محترم مولانا محمد الیاس نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا۔ البتہ جب کوئی قرینہ موجود ہو تو توفی موت اور نیند کے معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ھو الذی یتوفاکم باللیل'' (اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیا ہے تم کو رات میں) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں ان کے سونے کے وقت۔ یہ آیت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ توفی کے معنی صرف موت کے نہیں بلکہ پورا لینے کے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا اطلاق موت اور نیند دونوں پر ہے۔ اگر صرف موت کے معنی ہوتے تو نوم پر توفی کا اطلاق کرنا درست نہ ہوتا۔ حالانکہ آیت میں دونوں پر توفی کا لفظ بولا گیا ہے۔ توفی کے یہی معنی تفسیر کی معتبر کتابوں میں تحریر ہیں۔ ان حوالوں سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ توفی کے معنی اصل میں پورا پورا لینے کے ہیں اور موت اس معنی کا ایک جز ہے نہ کہ اس لفظ کے حقیقی معنی۔

محترم باقر علی نے پوچھا کہ مرزا قادیانی نے اپنے لئے توفی کا کیا معنی کیا ہے۔ محترم محمد الیاس نے بتایا۔ مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ ص۵۲۰، روحانی خزائن ج۱ص۶۲۰) پر متوفیک کے معنی لکھے ہیں۔ ’’میں تجھے پوری نعمت دوں گا۔‘‘ اسی طرح مرزا قادیانی کی حسب ذیل تحریر ’’براہین احمدیہ کا وہ الہام یعنی یا عیسٰی انی متوفیک‘‘ جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے اس وقت خوب معنی کھلے ہیں۔ یعنی یہ الہام حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اس وقت بطور تسلی ہوا تھا۔ جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور اس جگہ یہود، ہنود کوشش کر رہے ہیں اور الہام کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔‘‘

(سراج منیر ص۲۰، خزائن ج۱۲ص۲۳ حاشیہ)

محترم محمد الیاس صاحب نے بتایا کہ عجیب بات ہے کہ یہ آیت اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے ہو تو قادیانی اس کا ترجمہ وفات دوں گا۔ ماردوں گا کرتے ہیں۔ اگر یہ آیات مرزا اپنے لئے استعمال کریں تو ترجمہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔ ’’اور تجھے اس ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا۔‘‘ مرزا قادیانی نے دو علیحدہ علیحدہ پیمانے رکھے ہوئے ہیں۔ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے اور، کیا یہی انصاف ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

’’ایک دفعہ ہم دلی میں گئے تھے۔ ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا ہے کہ...... حضرت عیسٰی علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بٹھایا۔ مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھو اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو وفات شدہ مان لو۔‘‘ (ملفوظات ج۵ص۵۷۹، طبع جدید از مرزا قادیانی)

اس سے پہلے مرزا قادیانی قرآنی آیات کے حوالہ سے لکھ چکا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں تشریف لانا ملت اسلامیہ کا تیرہ سو سال سے متواتر عقیدہ رہا ہے۔ حضور نبی کریم a کے متواتر ارشادات میں جن کو تواتر کا اوّل درجہ حاصل ہے۔ یہی عقیدہ بیان ہوا اور خیر القرون میں یہ عقیدہ وہاں وہاں تک پہنچا ہوا تھا جہاں کہیں ایک بھی مسلمان آباد تھا۔ اس سے بڑھ کر حیات عیسٰی علیہ السلام کے عقیدہ کی حقانیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اب مرزا قادیانی اپنا تیار کردہ نسخہ مسلمانوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس نسخے سے جان جائے نہ جائے ایمان ضرور جائے گا۔ کیونکہ ’’تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔‘‘

(تفسیر بحر المحیط ج۲ص۴۷۳)

اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں وہ زمین پر نازل ہو کر دجال کو قتل کریں اور اسلام کی تائید کریں گے۔

(تفسیر جامع البیان ص۵۲)

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں: ’’حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا حق ہے اور صحیح ہے۔‘‘

(فقہ اکبر ص۲۲)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ لوگ اس حالت میں کھڑے ہوں گے کہ اقامت نماز سنتے ہوں گے کہ اچانک ان

کو ایک بادل ڈھانک لے گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اس وقت اتریں گے۔ (اکمال المعلم شرح صحیح مسلم)

محترم باقر علی کی تشفی ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے عقیدہ حیات ونزول درست ہے۔ اسی وقت تقریباً عصر کے قریب محترم محمد الیاس کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ محترم باقر علی نے اسی وقت اپنے گھر اپنی ہمشیرہ کو اپنے قبول اسلام کی خوشخبری سنائی اور اپنی تحقیق کی مکمل تفصیل بتائی۔ ہمشیرہ نے بھی اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ یوں دونوں بہن بھائی بچھڑے ہوئے مسلمان قافلے سے آ ملے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا اسلام لانا قبول فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

پھر محترم محمد الیاس کی امامت میں محترم باقر علی نے عصر کی نماز ادا کی پھر گھر واپس آ کر تمام اہل خانہ کو اپنی زبانی قبول اسلام کی نوید سنائی۔ اللہ تعالیٰ سب کو استقامت اسلام نصیب فرمائے۔ آمین!

چند ماہ قبل محترم لیاقت علی نے فون پر بتایا کہ والد محترم چند دنوں سے علیل ہیں۔ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہیں۔ محترم گل شیر صاحب کا داماد ''مہر خان'' قادیانی ہے۔ بیمار پرسی کے لئے آیا محترم گل شیر صاحب کو اکیلا پا کر کہنے لگا۔ آپ کی وفات کی صورت میں کیا ہم آپ کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ گل شیر نے جواب دیا کہ الحمد للہ! میں مسلمان ہوں۔ میری نماز جنازہ مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا عبدالرزاق پڑھائیں گے۔ کوئی قادیانی میرا نماز جنازہ نہ پڑھے۔ میں مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر، مرتد سمجھتا ہوں۔ اپنے بیٹوں کو بلا کر اسی لمحے وصیت کر دی کہ کسی قادیانی کو میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے دینا۔ شیطان کا آخری حربہ بھی ناکام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استقامت نصیب فرمائی۔ چند ماہ کی علالت کے بعد مورخہ ۱۲ر جنوری ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ لیاقت علی کا پیغام موصول ہوا کہ والد محترم گل شیر انتقال فرما گئے ہیں۔ اگلے روز تقریباً ۱۱ بجے نماز جنازہ ہوگی۔ راقم الحروف بمعہ احباب صبح ۹ بجے پیلو وینس پہنچا۔ نماز جنازہ ۱۱ بجے حسب وصیت مولانا عبدالرزاق نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں نے اپنی بخشش کے لئے شرکت کی اور قادیانی صاحبان جنازہ گاہ کے باہر کھڑے رہے۔ موصوف قبول اسلام کے بعد ۸ ماہ زندہ رہ کر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع شیخوپورہ کا انتخاب

مورخہ ۲ر جون بروز اتوار صبح آٹھ بجے جامعہ فاروقیہ میں حضرت مولانا محمد عالم کی زیر قیادت اور زیر سرپرستی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع شیخوپورہ کی باڈی کا چناؤ ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات کو منتخب کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد عالم سرپرست منتخب ہوئے اور امیر مولانا طاہر عالم، نائب امیر سینئر مولانا قاری رمضان، نائب امیر سوئم حاجی ارشاد احمد گادی، ناظم عمومی حضرت مولانا الیاس، ناظم مالیات شیخ امین، ناظم نشر و اشاعت حضرت مولانا قاری ابوبکر جوئیاں موڑ ناظم تبلیغ قاری غلام مصطفیٰ کوٹ عبدالمالک منتخب ہوئے۔ اس اجلاس میں ضلع بھر کے جید علماء کرام نے شرکت فرمائی اور معززین علاقہ نے بھی بھرپور شرکت فرمائی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال ستی باڈی کے اراکین نے کی۔

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی تحریک کے مقاصد اور طریقۂ کار

مولانا مفتی خالد محمود!

اس امت میں ہر دور میں فتنے پیدا ہوتے رہے ہیں اور بہت سے فتنوں کی نشاندہی خود ﷺ نے فرمائی ہے۔ ان فتنوں کا آغاز عہد نبوت کے کچھ عرصہ بعد سے ہو چکا تھا۔ مگر عہد نبوت کے قرب کی وجہ سے چوں کہ مؤمنین کا ایمان قوی اور مضبوط تھا۔ اس لیے یہ فتنے اپنا زور نہیں دکھا سکے۔ جیسے جیسے عہد نبوت سے بُعد ہوتا گیا فتنوں میں تیزی اور شدت آتی گئی۔ بدقسمتی سے آج ہم اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے ان فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ امت مسلمہ میں بڑے بڑے فتنے نمودار ہوئے۔ مگر ان سب فتنوں میں خطرناک فتنہ ”قادیانیت کا فتنہ“ ہے جو فرنگی سیاست کے بطن سے پیدا ہوا۔

انیسویں صدی عیسوی میں اسلامی ممالک میں دماغی بے چینی اور اندرونی کشمکش اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی اور ہندوستان اس انتشار اور کشمکش کا خاص میدان تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ناکام ہو چکی تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے دل شکست کے صدمہ سے زخمی اور دماغ ناکامی کی چوٹ سے مفلوج ہو چکے تھے۔ انگریز کا پنجۂ استبداد ہندوستان پر پوری طرح گڑ چکا تھا اور اسیرانِ قفس ہند کے لیے پھڑ پھڑانے کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ ہندوستان کے عوام کی گردن میں ایک طرف سیاسی غلامی کا طوق ڈالا جا رہا تھا تو دوسری طرف ان پر تہذیبی وثقافتی حملہ مسلسل جاری تھا اور مسلمانوں کو فرنگی تہذیب وثقافت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش جاری تھی۔ اس ذہنی انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں عیسائی پادری اپنی عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف تھے جو عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل اور ان کے مسلّمہ اصولوں میں تردد وشک پیدا کرنے کی مہم زور وشور سے جاری رکھے ہوئے تھے۔ بحث ومباحثہ اور مناظروں کا بازار گرم تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے ارتداد کا خطرہ نہیں تھا۔ بلکہ الحاد وزندقہ کا مہیب خطرہ ان کے سامنے منہ کھولے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ذہنی طور پر مصروف رکھنے بلکہ مفلوج کرنے کے لیے فرق اسلامیہ کے آپس کے اختلاف کو خوب بڑھا چڑھا کر ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا اور ان کو آپس میں ٹکرا دیا۔ بلکہ نئے نئے فرقے پیدا کیے گئے اور ہر فرقہ میں نئی نئی قلمیں لگا کر پورے ہندوستان کو مذاہب وافکار کا اکھاڑا بنا دیا گیا۔ قتل وقتال، زدوکوب اور عدالتی چارہ جوئی کی اکثر نوبت آجاتی اور پورے ہندوستان میں ایک مذہبی خانہ جنگی سی برپا کر دی گئی۔ لیکن اس سب کے باوجود فرنگی سامراج کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کا مزاج دینی ہے اور دین کے نام پر انہیں کسی وقت بھی گرمایا بھی جاسکتا ہے اور کفر والحاد کے سامنے دوبارہ کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اس نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں میں سے ہی کسی شخص کو کھڑا کر کے اسے کسی بڑے دینی منصب پر بٹھایا جائے۔ تاکہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور وہ شخص انہیں حکومت کی خیر خواہی کا سبق پڑھائے۔ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں سے جذبۂ جہاد ختم کر دیا جائے۔

وہ یہ درس دے کہ اب جہاد کی ضرورت نہیں کیونکہ جب تک مسلمانوں میں جذبۂ جہاد موجود ہے۔ وہ ہر وقت کفر کے مقابلے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ وہ مالیخولیا اور مراق کا مریض تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے حد درجہ شوق تھا اور بڑی شدت سے یہ خواہش رکھتا تھا کہ وہ ایک نئے دین کا بانی بنے۔ کسی ایسے منصب پر جا بیٹھے کہ لوگ عقیدت سے اس کے گرد جمع ہو جائیں۔ انگریز کو اپنے کام کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں ایک اچھا ایجنٹ مل گیا اور اس کام کے لیے اسے آمادہ کیا گیا۔ مرزا قادیانی خود اس کی خواہش رکھتا تھا لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے یکدم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ آہستہ آہستہ تدریجاً اس دعویٰ کی طرف بڑھا۔ عیسائی پادریوں اور آریہ سماج کے ہندوؤں سے بعض نا تمام مناظرے بھی کیے۔ اسی دوران بڑے دعوے اور چیلنج کے ساتھ اشتہار چھپوایا کہ وہ ایک بہت بڑی اور ضخیم تصنیف کا ارادہ رکھتے ہیں جو بیک وقت شائع نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک ایک کر کے اس کے اجزاء شائع ہوں گے اور اس کے پچاس حصے ہوں گے۔ جن میں اسلام کی صداقت، قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر عقلی دلائل پیش کیے جائیں گے۔ اس کتاب میں بیک وقت مسیحیت، سناتن دھرم، آریہ سماج، برہمو سماج کی تردید ہوگی۔ اس کے لیے بڑے وسیع پیمانہ پر اشتہار دیے گئے اور یہ چیلنج بھی کیا گیا کہ اس کتاب کی کوئی نظیر پیش کی جائے یا کسی مذہب کے نمائندے اپنی صداقت کے لیے اتنے یا اس سے زائد دلائل پیش کریں۔

ظاہر ہے اس وقت مسلمان جو عیسائیت اور ہندومت کے زخم خوردہ تھے۔ ان حالات میں اتنے بڑے پیمانہ پر اشتہار بازی اور خوبصورت عنوان اور موضوع کی وجہ سے مسلمانوں کا متوجہ ہونا ظاہر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس کے لیے پیشگی رقم بھی ادا کی اور بڑی شدت سے کتاب کا انتظار کیا جانے لگا۔ کتاب کا نام ''براہین احمدیہ'' تھا اس کتاب کی اشاعت کا سلسلہ ۱۸۸۴ء تک جاری رہا۔ چوتھے حصہ پر یہ سلسلہ رک گیا۔ پانچواں حصہ تصنیف کے پورے پچیس سال بعد ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا اور اس کے بعد اس سلسلہ کے ختم کردینے کا یہ کہہ کر اعلان کر دیا گیا کہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اور یوں پانچ سے پچاس کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اس کتاب کی تصنیف سے قبل مرزا غلام احمد قادیانی ایک گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور کتاب کی تصنیف سے ان کی ہر سو شہرت ہوگئی۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنے آپ کو مجدد، خادم اسلام، مامور من اللہ اور ملہم من اللہ کے دعوے کیے۔ اس کے بعد ان کے دعووں کا سلسلہ جاری رہا اور محدث اور مہدی ہونے کے دعوی بھی کیے۔ ۱۸۹۰ء میں مثیل مسیح کا دعویٰ کیا اور اس کے بعد مسیح موعود کا دعویٰ کیا اور جب دیکھا کہ یہ دعوے ان کے ماننے والوں نے قبول کر لیے ہیں۔ تو نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن شروع میں ظلی، بروزی کے غلاف میں یہ دعویٰ کیا اور بعد میں ان تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر نبی اور صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا اور اس طرح انگریز نے جو چاہا تھا۔ وہ مقصد پورا ہوا اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے لیے اپنا پارٹ بہت خوبی سے ادا کیا۔ چونکہ اس فتنہ قادیانیت کے نتیجہ میں مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز تبدیل کرنا اور آنحضرت ﷺ سے رشتہ کاٹ کر دوسرے سے جوڑنا اور امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا اور اس کی مرکزیت کو ختم کرنا ہے۔ اس لیے متحدہ ہندوستان کے علماء نے اس قادیانی فتنہ کو بہت اندیشہ اور تشویش کی نگاہ سے

دیکھا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہوئے اور اپنے زبان وقلم کے ہتھیاروں سے اس فتنہ کی جڑ کاٹنے کی پوری پوری کوشش کی۔ ان مجاہدین اسلام میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، محدث العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ سرفہرست ہیں۔ لیکن ان میں بھی حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی قیادت وامامت آپ کو تفویض کی گئی ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ گویا اس فتنہ کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مأمور تھے۔ اس فتنے کے لیے وہ ہمیشہ بے چین وبے قرار رہتے۔ ایک اضطراب اور دل میں درد تھا جو انہیں چین نہ لینے دیتا۔ فرمایا کرتے تھے: ”جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی اور یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ کہیں یہ فتنہ دین محمدی کے زوال کا باعث نہ بن جائے۔ مگر چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہوگیا کہ دین محمدی باقی رہے گا اور یہ فتنہ خود ختم ہو جائے گا۔“

حضرت امام العصر نے خود بھی اس موضوع پر گرانقدر کتابیں تصنیف کیں اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کام میں لگایا جن میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جدید طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کو تیار وآمادہ کیا۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اپنے شاگردوں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت کے لیے کام کرنے کا عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے دامن شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس کام کو باقاعدہ منظم کرنے کے لیے خطیب الامت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کیا اور انجمن خدام الدین کے ایک عظیم الشان جلسہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس اجلاس میں پانچ سو جید اور ممتاز علماء وصلحاء موجود تھے۔ ان سب نے حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ علماء امت جو انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں اس قادیانی فتنہ کا مقابلہ کر رہے تھے۔ مگر قادیانی فتنہ ایک جماعت کی شکل اختیار کرتا جارہا تھا۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں بھی جماعت کو تیار کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ جیؒ نے مجلس احرار کو اس طرف متوجہ کیا اور تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کا محاذ اس کے سپرد کیا۔ چنانچہ مجلس احرار نے باقاعدہ اس کے لیے مستقل شعبہ تبلیغ قائم کیا اور اس کے تحت فتنہ قادیانیت کے مقابلے کے لیے اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کر دیں۔ مجلس احرار نے ۲۰،۲۱،۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں تبلیغ کانفرنس کا اعلان کر دیا جس سے قادیان میں صف ماتم بچھ گئی۔ بہرحال احرار کے سرفروشوں نے قادیانیت کا خوب پوسٹ مارٹم کیا اور پورے ملک میں اپنے جوش خطابت سے مرزائیت کے لیے نفرت پیدا کر دی اور ان سرفروشوں نے اپنے شعلۂ خطابت سے قادیانی نبوت کے خرمن کو پھونک ڈالا۔

قادیانی فتنہ ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا وہاں اس نے پر پُرزے نکالے اور انگریز کے سائے

میں یہ فتنہ پروان چڑھتا رہا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا محمود قادیان سے فرار ہوا اور پاکستان آکر دجل وتلبیس کا نیا دارالکفر قائم کیا۔ پنجاب کے پہلے انگریز گورنر موڈی کے حکم پر چنیوٹ کے قریب قادیانیوں کو لب دریا ایک ہزار چونتیس ایکڑ زمین عطیہ کے طور الاٹ کی گئی۔ فی مرلہ ایک آنہ کے حساب سے۔ صرف رجسٹری کے کل اخراجات =/10034 روپے وصول کیے گئے اور وہاں ربوہ کے نام سے اپنا اڈہ قائم کر کے ایک نئے قادیان کی بنیاد رکھی۔ سوء اتفاق کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفراللہ خان قادیانی تھا۔ اس لیے پاکستان کی اس وقت کی حکومت میں ان کا گہرا اثر رسوخ تھا۔ ملک کے کلیدی عہدوں پر ان کا قبضہ تھا۔ فوج میں بھی ان کا اثر و رسوخ تھا۔ اس لیے قادیانیوں کو دھوکہ تھا کہ پاکستان میں اپنی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ خوب آسانی سے چلا سکیں گے۔ ادھر احرار اسلام کا قافلہ تقسیم ملک کی وجہ سے لٹ چکا تھا۔ تنظیم اور تنظیمی وسائل کا فقدان تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ احرار اسلام کے زعما حکومت وقت کے دربار میں معتوب تھے۔ اس لیے قادیانی اس ملک میں دندناتے پھرتے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ قادیانیوں کے عزائم سے باخبر تھے۔ اس لیے ۱۹۴۹ء میں ملتان کی مسجد سراجاں میں اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مشاورت کی اور ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ اسی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام مکتبہ ہائے فکر کے رہنماؤں کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اور قادیانی فتنہ کے خلاف ایک ایک کے دروازے پر دستک دی اور یوں تمام فرقے تحفظ ختم نبوت کے اسٹیج پر جمع ہوگئے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت وجود میں آئی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ اس تحریک کو بڑی شدت کے ساتھ کچل دیا گیا۔ مگر اس تحریک نے قادیانیوں کے بارے میں عوام کا شعور بیدار کردیا اور قادیانیوں کے خلاف فضا پیدا کردی۔

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا امیر منتخب کیا گیا۔ ۲۱؍اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعتؒ کا وصال ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر دوم، مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر سوم، مولانا لال حسین اخترؒ امیر چہارم منتخب ہوئے۔ مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی مسند امارت پر بٹھایا گیا جن کی امارت میں ۱۹۷۴ء کی عظیم تحریک چلی اور اللہ تعالیٰ نے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے: ''قادیانیوں نے ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ پر قادیانیوں کے خلاف اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے نعرے لگانے کے جرم میں حملہ کیا۔''

حالات پہلے سے قادیانیوں کے خلاف تحریک کے متقاضی تھے۔ کیونکہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اور وہ منہ زور گھوڑے کی طرح بے لگام ہوئی جارہی تھی۔ اس واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تحریک نے جنم لیا جو ۷؍ستمبر کے تاریخ ساز فیصلہ پر منتج ہوئی۔ تحریک کی تفصیلات تو بہت ہیں۔ مگر اختصار کے ساتھ واقعات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

۱...... ۲۲؍مئی کو طلبا کے وفد کی ربوہ اسٹیشن پر قادیانیوں سے تو تکار ہوئی۔

۲...... ۲۹؍مئی کو بدلہ لینے کے لیے قادیانیوں نے طلبا پر قاتلانہ سفاکانہ حملہ کیا۔

۳...... ۳۰؍مئی کو لاہور اور دیگر شہروں میں ہڑتال ہوئی۔

۴...... ۳۱؍مئی کو سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لیے صمدانی ٹریبونل کا قیام عمل میں آیا۔

۵...... ۳؍جون کو مجلس عمل کا پہلا اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔

۶...... ۹؍جون کو مجلس عمل کا کنوینر لاہور میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کو مقرر کیا گیا۔

۷...... ۱۳؍جون کو وزیراعظم نے نشری تقریر میں بجٹ کے بعد مسئلہ قومی اسمبلی کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔

۸...... ۱۴؍جون کو ملک گیر ہڑتال ہوئی

۹...... ۲۱؍جون کو مجلس عمل کا لائل پور میں اجلاس ہوا جس میں حضرت بنوریؒ کو امیر اور مولانا محمود احمد رضوی کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

۱۰...... ۳۰؍جون کو قومی اسمبلی میں ایک متفقہ قرارداد پیش ہوئی جس پر غور کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔

۱۱...... ۲۴؍جولائی کو وزیراعظم نے اعلان کیا کہ جو قومی اسمبلی کا فیصلہ ہوگا، ہمیں منظور ہوگا۔

۱۲...... ۳؍اگست کو صمدانی ٹریبونل نے تحقیقات مکمل کر لیں۔

۱۳...... ۵؍اگست سے ۲۳؍اگست تک وقفوں سے مکمل گیارہ روز مرزا ناصر پر قومی اسمبلی میں جرح کی گئی۔

۱۴...... ۲۰؍اگست کو صمدانی ٹریبونل نے اپنی رپورٹ سانحہ ربوہ سے متعلق وزیراعلیٰ کو پیش کی۔

۱۵...... ۲۲؍اگست کو رپورٹ وزیراعظم کو پیش کی گئی۔

۱۶...... ۲۴؍اگست کو وزیراعظم نے فیصلہ کے لیے ۷؍ستمبر کی تاریخ مقرر کی۔

۱۷...... ۲۷،۲۸؍اگست کو لاہوری گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح ہوئی۔

۱۸...... یکم ستمبر کو لاہور شاہی مسجد میں ملک گیر ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔

۱۹...... ۵،۶؍ستمبر کو اٹارنی جنرل نے قومی اسمبلی میں عمومی بحث کی اور مرزائیوں پر جرح کا خلاصہ پیش کیا۔

۲۰...... ۶؍ستمبر کو مجلس عمل کی راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس، وزیراعظم سے ملاقات (اور فیصلہ)

۲۱...... ۷؍ستمبر کو قومی اسمبلی نے فیصلہ کا اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے ہر دو گروپ غیر مسلم ہیں۔

تحریک سے متعلق چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں:

الف...... تحریک کے دوران بھی اور اس کے بعد بھی آج تک بعض حضرات یہ تاثر دینے کی سعی ناروا کرتے ہیں کہ اس تحریک کے مقاصد سیاسی تھے اور یہ مسٹر بھٹو کی حکومت ختم کرنے یا اسے نیچا دکھانے اور کمزور کرنے کے لیے اٹھائی گئی تھی۔ حالانکہ یہ سراسر غلط بلکہ بہتان ہے۔ تحریک اور اس کے طریقہ کار کا از اول تا آخر مطالعہ کیا جائے تو خود یہ طریقہ کار چیخ چیخ کر اس خیال کے باطل اور غلط ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ جبکہ تحریک کے امیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے ۹؍جون کے پہلے اجلاس میں واضح کر دیا تھا کہ ہمارا دائرہ کار آخر تک محض دینی رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہیے اور رجب ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹۷۴ء کے ماہنامہ بینات کے اداریہ میں

حضرت نے مزید وضاحت کی: ’’بعض لوگوں کی جانب سے یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ مجلس عمل میں چونکہ دینی وسیاسی جماعتیں شریک ہیں۔ لہٰذا یہ سیاست بازی ہے۔ حالانکہ ملک بھر کی جماعتوں کا کسی ایمانی مسئلہ پر متفق ہو جانا صرف ایمانی تقاضہ ہے۔ اسے سیاست سے کیا تعلق۔ بلاشبہ یہ تمام امت مسلمہ کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ جس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی تفریق ہی غلط ہے۔ خود وزیراعظم برملا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لیے یہ ذمہ داری تو سب سے بڑھ کر بااقتدار جماعت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے ایک قطعی اور بنیادی مسئلہ میں مسلمانوں کو مطمئن کرے۔ اندریں صورت اس مسئلہ کے تقدس کو سیاسی الزام سے مجروح کرنا نہایت افسوسناک بے انصافی ہے۔‘‘ (احتساب قادیانیت، صفحہ۳۲۲)

اور ۷ ستمبر کے بعد جب حضرت بنوریؒ قوم کو مبارکباد دے رہے تھے تو سیاسی جماعتوں کی خدمات کو ان الفاظ میں سراہا: ’’اس موقع پر حزب اختلاف کی جماعتوں کے کردار کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ سیاسی جماعتوں کا مزاج ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی مناسب موقعہ سے سیاسی فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتیں۔ ہماری تحریک بحمداللہ! خالص دینی تھی۔ صرف آنحضرتﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کی ختم نبوت کی آئینی حفاظت اس کا مشن تھا۔ اس لیے جو سیاسی جماعتیں بھی مجلس عمل میں شامل ہوئیں انہوں نے پوری شدت کے ساتھ اس مقدس تحریک کو سیاسی آلائشوں سے پاک رکھنے کا عزم کیا اور عملی طور پر اس کا پورا پورا مظاہرہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔‘‘

(بینات رمضان، شوال ۱۳۹۴ھ، اکتوبر ۱۹۷۴ء)

اور اس وقت پوری قوم بلکہ پورے عالم اسلام نے یہی سمجھا اور اس کا اظہار کیا کہ یہ خالص مذہبی معاملہ ہے اور اس تحریک کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں۔ خود وزیراعظم نے اپنی تقریر میں بھی اظہار خیال فرمایا کہ یہ سیاسی نہیں ایک مذہبی معاملہ تھا۔

ب...... اس تحریک کا ہدف صرف اور صرف قادیانی مسئلہ تھا۔ حکومت اس کے مدمقابل نہیں تھی۔ اسی لیے پرجوش اور قوت عمل کے بھرپور مظاہرے کے باوجود قائدین تحریک کی اول تا آخر کوشش رہی کہ تصادم سے گریز کیا جائے۔ حالانکہ حکومت نے اکثر وبیشتر ایسے اقدامات کیے کہ ٹکراؤ اور تصادم کی کیفیت پیدا ہو اور اس ٹکراؤ کو بنیاد بنا کر تحریک کو کچل دیا جائے۔ لیکن آفریں ہے قائدین تحریک کو کہ انہوں نے دشمنوں اور مخالفین کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دی۔ حضرت بنوریؒ نے اس کی بھی وضاحت کی: ’’بہرحال یہ طے کیا گیا کہ پرامن طریقے پر تحریک کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے پوری جدوجہد کی جائے اور قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہر قیمت بچایا جائے۔ ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہرصورت گریز کیا جائے۔ ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ پریس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ چنانچہ فیصل آباد، کھاریاں ضلع گجرات وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے۔ جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا۔ صرف ایک شہر اوکاڑہ میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی۔ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا۔ اشک ریز گیس کا

استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا۔ مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں۔ قریباً پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔'' (احتساب قادیانیت، صفحہ۳۲۸)

اور اس تحریک کو اٹھانے اور پروان چڑھانے اور اس کے لیے رات دن جدوجہد کرنے والے مولانا تاج محمودؒ فرماتے ہیں: ''اِکا دُکا واقعات کے علاوہ کہیں تحریک نے خطرناک شکل اختیار نہ کی۔ پُرامن جدوجہد کو مرزائی تشدد کی راہ پر ڈالنے میں ناکام رہے۔ البتہ حکومت نے فوری مطالبہ ماننے کی بجائے طویل المیعاد اسکیم تیار کی۔ اس سے وہ عوام کے حوصلے کا امتحان اور اپنی گلوخلاصی کی شکل نکالنا چاہتے تھے۔ بعض جگہ گرفتاریاں، بعض جگہ لاٹھی چارج اور اشک آور گیس استعمال ہوئی۔ لیکن مجموعی طور پر حالات کنٹرول میں رہے۔ حکومت نے اندازہ لگا لیا کہ مسلمان، حضور علیہ السلام کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ اب مسئلے کو حل کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔'' (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، صفحہ۱۱۳)

ج...... یہ تحریک کسی خاص طبقہ، کسی خاص جماعت، کسی خاص فرقہ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ پوری قوم اس پر متحد تھی۔ ہر طبقہ نے اس میں اپنی توفیق کے مطابق بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تمام مکتبہ فکر کے لوگ اس ایک مسئلہ پر متفق اور باہم شیروشکر تھے اور اتحاد کے ایسے ایسے مناظر دیکھنے میں آئے کہ بعد میں ایسے مناظر کے لیے آنکھیں ترستی ہی رہ گئیں۔ خود وزیراعظم نے اپنی تقریر میں کہا: ''میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے۔ جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے۔ یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات، اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔'' (فتنہ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف، صفحہ۲۲۴)

د...... یہ تأثر بھی دیا جاتا ہے کہ مولویوں نے دباؤ ڈال کر زبردستی اپنی بات منوائی ہے اور مسٹر بھٹو کو اس طرح گھیرے رکھا کہ وہ کچھ سوچ ہی نہ سکے۔ لیکن یہ تأثر بھی سراسر غلط ہے۔ علماء اور مسلمانوں نے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ ضرور کیا۔ اس کے لیے بھرپور تحریک بھی چلائی۔ لیکن ایسا نہیں کہ اس مسئلہ پر غوروفکر کیے بغیر محض دباؤ میں آکر یہ فیصلہ کر دیا گیا۔ بلکہ اس پر ہر پہلو سے غور کیا گیا۔ بحث ومباحثہ ہوا۔ تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں کہ مرزائی اور لاہوری گروپ کو اپنی صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ ان سے سوالات ہوئے۔ ان پر جرح ہوئی اور پوری آزادی کے ساتھ کھل کر انہیں اپنا موقف پیش کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر اس پر بحث ومباحثہ اور غوروفکر ہوا۔ اس خصوصی کمیٹی نے ۲۸؍اجلاسوں میں بحیثیت مجموعی ۹۶؍گھنٹے غور کیا۔ مرزا ناصر نے ۱۱؍روز میں ۴۱ گھنٹے ۵۰ منٹ تک اپنی شہادت قلمبند کروائی اور گیارہ دن تک ان کا بیان جاری رہا۔ لاہوری جماعت کے سربراہ پر دو اجلاسوں میں ۸ گھنٹے ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی اور دوران حضرات کو بھرپور موقع فراہم کیا گیا اپنا موقف اور اپنی صفائی پیش کرنے کا۔ قومی اسمبلی کی یہ کارروائی تاریخی قومی دستاویز ۱۹۷۴ء کے نام

سے شائع ہوچکی ہے۔اس کا مطالعہ کیا جائے تو جگہ جگہ نظر آئے گا کہ مرزا ناصر نے دجل وتلبیس اور دھوکہ سے کام لیا اور گول مول باتیں کرکے اسمبلی کا وقت ضائع کرتا رہا۔متعدد اراکین نے مختلف اوقات میں مرزا ناصر پر اعتراضات کیے اور اسے ٹوکا کہ گواہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔مگر اس کے باوجود (یہ جانتے ہوئے بھی کہ مرزا ناصر غلط بیانی سے کام لے رہا ہے) اٹارنی جنرل نے اراکین اسمبلی سے درخواست کی کہ انہیں بولنے دیں۔انہیں نہ ٹوکیں۔کہیں بعد میں یہ نہ کہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی اور ہمیں اپنی بات کہنے سے منع کیا گیا اور اٹارنی جنرل نے آخر میں بحث سمیٹتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا تھا: ’’جناب والا! میں امید کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس ایوان کے اندر جو رہنما موجود ہیں۔انہوں نے کافی سوچ بچار کیا ہے اور ان کی انتہائی کوشش ہے کہ اس معاملہ کا ایک نہایت ہی مناسب اور منصفانہ فیصلہ ہو۔جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ جرح کے دوران میں نے امیر جماعت احمدیہ ربوہ پر واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہ ایوان نہ تو کسی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزاری کرنا چاہتا ہے۔یہ ایوان ایک منصفانہ فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اپنی گزارشات کروں گا اور تمام حقائق اور واقعات کو اختصار کے ساتھ پیش کروں گا۔‘‘ (تاریخی قومی دستاویز ۱۹۷۴ء صفحہ ۳۰۱)

’’دوسری بات جناب والا! جہاں تک شہادت کا تعلق ہے۔میری کوشش ہوگی جو کچھ ریکارڈ پر شہادت موجود ہے۔اسے مختصر طور پر پیش کروں۔لیکن بحیثیت اٹارنی جنرل میں ایوان کا رکن نہیں ہوں۔اس لیے نہ تو میں کوئی فیصلہ جج کی طرح دے سکتا ہوں اور نہ ہی اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ میرا فرض ہے کہ میں غیر جانبدارانہ طور پر اس ایوان کی امداد کروں۔ہم سب کو احساس ہوگا کہ میں یہاں پر صرف ایک فریق کی نمائندگی یا دوسرے فریق کی مخالفت نہیں کرتا۔آپ اس معاملہ میں بحیثیت منصف کے ہیں۔اس لیے میرا فرض منصبی ہے کہ میں معاملہ کے دونوں پہلو آپ کے سامنے پیش کروں۔تاکہ نہ تو کوئی یہ محسوس کرے اور نہ کہہ سکے کہ یہ یکطرفہ کارروائی تھی اور اٹارنی جنرل نے اپنی حیثیت کا جائز یا ناجائز استعمال کرتے ہوئے فیصلہ پر اثرانداز ہونے کی کوشش کی۔چنانچہ مجھے امید ہے کہ میری ان مجبوریوں کے مدنظر اگر میں دونوں فریقوں کے نقطۂ نظر یا دوسرے فریق کے نقطۂ نظر کو بھی پیش کروں تو اسے صحیح انداز میں ہی سمجھا جائے گا۔‘‘ (تاریخی قومی دستاویز ۱۹۷۴ء صفحہ ۳۰۰)

خود اخبارات نے قومی اسمبلی کی کارروائی پر نہ صرف اعتماد کا اظہار کیا۔بلکہ اس طریقہ کار کی تعریف کی چنانچہ روزنامہ جنگ نے اپنے ۶؍ستمبر کی اشاعت کے اداریہ میں لکھا: ’’قومی اسمبلی کی اس کمیٹی نے قادیانی مسئلہ کو جانچنے پرکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔اس مقصد کے لیے طویل اور مسلسل اجلاس ہوتے رہے۔ان میں قادیانی فرقے کے سربراہ پر بھی تفصیل جرح کی گئی۔کمیٹی کی کارکردگی اور اس کی کاروائیوں پر حزب اختلاف کے اراکین کو کھل کر اپنی رائے دینے کا موقع ملا۔بلکہ حزب اقتدار سے تعلق رکھنے والے اراکین کو بھی اپنے ضمیر واعتقاد کے مطابق رائے دینے کی پوری آزادی دی گئی۔‘‘ (تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء صفحہ ۷۲۱،۷۲۲)

اس لیے یہ کہنا یا تاثر دینا کہ زبردستی دباؤ ڈال کر فیصلہ کیا گیا۔بالکل غلط ہوگا۔کیونکہ مکمل غور وخوض کے بعد اور ہر پہلو کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا گیا۔

ہ...... اور یہ فیصلہ قادیانیوں کے حقوق غصب کرنے یا ان پر ظلم وستم کے لیے نہیں تھا۔ بلکہ یہ خود قادیانیوں کے مفاد میں تھا۔ کیونکہ قادیانی عقائد کی وجہ سے مسلمانوں نے کبھی بھی انہیں اپنے وجود کا حصہ تسلیم نہیں کیا۔ شروع سے انہیں علیحدہ ہی سمجھا۔ اس آئینی ترمیم سے ان کی حیثیت متعین ہوجاتی اور ان کے حقوق کا تعین ہوجاتا اور انہیں وہ حقوق دیئے جاتے۔ چنانچہ خود اس قرارداد میں جو قومی اسمبلی کے سامنے غور کرنے کے لیے پیش کی گئی۔ اس میں یہ الفاظ تھے کہ:''مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق ومفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب ترامیم کی جائیں۔''اور حضرت مولانا بنوریؒ نے ۱۱ رجون کی وزیراعظم سے ملاقات میں یہ واضح کردیا تھا:''اس وقت جو جرأت مرزائیوں کو ہوئی ہے۔ اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیئے گئے تو مسلمانوں کے جذبات بھڑکیں گے اور ان کی جان ومال کی حفاظت حکومت کے لیے مشکل ہوگی۔ اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت ذمی کی ہوگی اور ان کی جان ومال کی حفاظت شرعی قانون کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی۔ اس طرح ملک میں امن قائم ہوجائے گا۔''

اور ۷ رستمبر کے فیصلہ کے بعد حضرت بنوریؒ نے اعلان کیا:''مرزائیوں کی حیثیت قبل ازیں کفار محاربین کی تھی اور قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد اس کی حیثیت پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کی ہے جن کو ذمی کہا جاتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ پاکستان میں بحیثیت غیر مسلم کے رہنا قبول کرلیں اس لیے کہ عقد ذمہ دو طرفہ معاہدہ ہے) اور کسی ذمی کے جان ومال پر ہاتھ ڈالنا اتنا سنگین جرم ہے کہ رسول ﷺ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں ایسے شخص کے خلاف نالش کریں گے۔ اس بناء پر تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کی جان ومال کی حفاظت کریں۔ مجلس عمل نے مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ کا جو فیصلہ کیا تھا۔ جو مسلمانوں کے دائرے اختیار کی چیز تھی۔ لیکن جن مرزائیوں نے قومی اسمبلی کا فیصلہ تسلیم کرکے اپنے غیر مسلم شہری ہونے کا اقرار کرلیا ہو۔ اب ان سے سوشل بائیکاٹ نہیں ہوگا اور جو مرزائی اس فیصلہ کو قبول نہیں کررہے ہوں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسلمانوں سے ترک محاربت پر آمادہ نہیں۔'' (احتساب قادیانیت، صفحہ۳۲۳)

لیکن افسوس یہ ہے کہ قادیانیوں نے آج تک آئین کا یہ فیصلہ تسلیم نہیں کیا اور وہ برملا آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں اور سازشوں میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ ترک محاربت کے لیے تیار نہیں۔

و...... یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک قوم قرار دینے کا مطالبہ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں ہی پہلی مرتبہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ مطالبہ رہا ہے کہ قادیانی علیحدہ امت اور علیحدہ قوم ہے۔ اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ مطالبہ علامہ اقبال مرحوم نے کیا تھا۔ علامہ اقبال کو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فیضان صحبت نے قادیانیوں کے خلاف ایک شعلہ جوالہ بنادیا تھا۔ فتنہ قادیانیت کی سنگینی نے ان کو بے چین کررکھا تھا اور وہ اس فتنہ کو اسلام کے لیے مہلک اور وحدت ملت کے لیے مہیب خطرہ تصور کرتے تھے۔ ان کی تقریر وتحریر میں قادیانی ٹولے کو''غداران اسلام''اور''باغیان محمدؐ''سے یاد کیا جاتا تھا۔

علامہ اقبال مرحوم نے قادیانیوں کو بھی اور اس وقت کی حکومت کو درج ذیل مشورہ تھا: ’’میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دوراہیں ہیں۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہوتا ہے کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔‘‘ (حرف اقبال ص:۱۳۷)

’’میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کردیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ منظور نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کررہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبہ کے لیے کیوں انتظار کررہی ہے؟‘‘

(حرف اقبال ص:۱۳۸)

علامہ اقبال کے اس مطالبہ کے بعد مجلس احرار نے اس کو اپنا مستقل مشن بنالیا۔ مجلس احرار کے راہنما اپنی تقریروں میں مرزاغلام احمد اور مرزائی جماعت کی کفریات کو پیش کرتے۔ انہیں مسلمانوں سے جداگانہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تقریباً ہر جلسہ میں کیا جاتا۔ ارباب اقتدار نے ۱۹۷۴ء کی تحریک سے پہلے اگرچہ کبھی بھی اس مطالبہ کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ مگر بار بار یہ مطالبہ دہرانے کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ مطالبہ راسخ ہوتا چلا گیا اور جب تحریک چلی تو پوری قوم نے اس مطالبہ کی حمایت میں آواز بلند کی اور اس مطالبہ کو منوا کر ہی دم لیا۔ اسی طرح جس عدالت میں بھی قادیانیوں کا مسئلہ پیش ہوا تو ہر طرح کے دلائل اور شہادتیں سننے کے بعد ہر عدالت اسی نتیجہ پر پہنچی کہ قادیانیت اسلام سے علیحدہ ایک مذہب ہے اور قادیانیوں کا مسلمانوں اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور صرف یہی نہیں کہ مسلمان انہیں علیحدہ ایک قوم سمجھتے رہے اور ان کی علیحدہ حیثیت کا مطالبہ کرتے رہے۔ بلکہ خود قادیانی بھی اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک قوم سمجھتے ہیں اور وہ تمام مسلمانوں کو جو مرزاغلام احمد کو نہیں مانتے اپنے سے علیحدہ سمجھتے ہیں اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں اور یہ کہ ان سے تعلق رکھنا ان میں شادی بیاہ کرنا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ چنانچہ مرزاغلام احمد کا بیٹا مرزامحمود اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے: ’’حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ان کا (یعنی مسلمانوں) کا اسلام اور ہے ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے اور ان کا اور، اسی طرح ہر بات میں ان سے اختلاف ہے۔‘‘

’’یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔‘‘ (خطبہ مرزا محمود الفضل قادیان، جلد۱۹ صفحہ۱۳)

اور مرزا بشیر اپنی کتاب کلمۃ الفصل کے صفحہ ۱۶۹ پر لکھتا ہے: ’’غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان

کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں: ایک دینی، دوسرے دنیوی۔دینی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے........اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناتہ ہے۔سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔“

اور خود قادیانیوں نے غیر منقسم ہندوستان میں اپنے آپ کو سیاسی طور پر بھی مسلمانوں سے الگ ایک مستقل اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔مرزا بشیرالدین محمود لکھتے ہیں:”میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کیے جائیں جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کیے گئے ہیں۔اسی طرح ہمارے بھی کیے جائیں۔تم ایک پارسی پیش کردو۔اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔“ (مرزا بشیرالدین محمود کا بیان مندرجہ ”الفضل“ ۱۳؍نومبر ۱۹۴۶ء)

اس لیے مسلمان یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب تھے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور علماء کرام کی لاج رکھی اور وہ اپنا مطالبہ حکومت سے منوانے اور قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں کامیاب ہوئے:

”بعض لوگ اسے بھی دیگر فرقوں کی طرح ایک اسلامی فرقہ سمجھ کر اس فتنہ کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں شاید ان کی نظر سے قادیانی لٹریچر نہیں گزرا۔ورنہ وہ بھی اس سوچ کے حامل نہ ہوتے۔حقیقت یہ ہے کہ وہ متوازی اُمت اور ایک مستقل دین کی داعی ہے۔یہاں نبی کے مقابلے میں نبی کو کھڑا کیا گیا۔بلکہ اسے دوسرے انبیاء سے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ سے بھی افضل قرار دیا۔شعائر کے مقابلہ میں شعائر، مقامات مقدسہ کے مقابلہ میں مقامات مقدسہ، کتاب کے مقابلہ میں کتاب، افراد کے مقابلہ میں افراد۔ہر چیز کا بدل انہوں نے مہیا کیا۔چنانچہ نبی کے مقابلہ میں نبی اور اس جھوٹے نبی کے ماننے والوں کو صحابہ کا درجہ دیا گیا۔اس کی بیویوں کو امہات المؤمنین کہا گیا۔مکہ اور مدینہ کے مقابلہ میں قادیان کو ارض حرم اور مکۃ المسیح قرار دیا۔حج کے مقابلہ میں قادیان حاضری کو حج سے زیادہ ثواب قرار دیا۔قرآن کریم کے مقابلہ میں ”تذکرہ“ نامی کتاب کو پیش کیا۔غرضیکہ ایک ایک چیز میں اختلاف کیا اور صرف اختلاف نہیں بلکہ مقابلہ کیا۔“

ختم نبوت کی ۱۹۷۴ء کی تحریک میں صرف یہی نہیں ہوا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا بلکہ اس کے آثار ونتائج پر نظر ڈالی جائے تو اس تحریک کی وجہ سے بہت سے نتائج وقوع پذیر ہوئے۔مثلاً:

۱...... پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔علاوہ ازیں قریباً تیس اسلامی ممالک قادیانیوں کو کافر، مرتد، دائرۂ اسلام سے خارج اور خلاف قانون قرار دے چکے ہیں۔

۲...... ختم نبوت کی تحریک پاکستان میں کامیاب ہوئی تو پوری دنیا پر قادیانیوں کا کفر ونفاق واضح ہوگیا اور دنیا کے بعید ترین ممالک کے مسلمان بھی قادیانیوں کے بدترین کفر سے واقف ہوگئے۔

۳...... بہاولپور سے ماریشش، جوہانسبرگ تک کی بہت سی عدالتوں نے قادیانیوں کی غیر مسلم حیثیت کی بناپر فیصلے دیئے۔

۴...... ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی تحریک نہ صرف پاکستان کو بلکہ دیگر اسلامی ممالک کو قادیانیوں کے غلبہ تسلط سے محفوظ کر دیا اور تمام دنیا کے مسلمان قادیانیوں کو ایک سازشی اور مرتد ٹولہ سمجھ کر ان سے محتاط اور چوکنا رہنے لگے۔

۵...... بے شمار لوگ جو قادیانیوں کے دام ہمرنگ زمین کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے تھے۔ جب ان پر قادیانیت کا کفر کھل گیا تو وہ قادیانیت کو چھوڑ کر دوبارہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

۶...... ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کا ملازم پیشہ نوجوان طبقہ قادیانیوں سے بے حد مرعوب تھا۔ چونکہ قادیانی پاکستان میں اعلیٰ مناصب پر قابض تھے۔ اس لیے وہ ایک طرف اپنے ماتحت عملے میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے اور دوسری طرف اچھے مناصب کے لیے صرف قادیانیوں کا انتخاب کرتے۔ اس سے مسلمانوں کے نوجوان طبقہ کی صریح حق تلفی ہوتی تھی اور بہت سے نوجوان اچھی ملازمت کے لالچ میں قادیانی مذہب کے ہمنوا ہو جاتے تھے۔ اب بھی اگرچہ کلیدی آسامیوں پر بہت سے قادیانی فائز ہیں اور ملازمتوں میں ان کا حصہ مسلمانوں کی نسبت اب بھی زیادہ ہے۔ مگر اب قادیانیوں کے سامنے مسلمان نوجوان کا احساس کہتری ختم ہو رہا ہے اور نوجوانوں کی طرف سے مطالبے ہو رہے ہیں کہ قادیانیوں کو ان کے حصہ رسدی سے زیادہ کسی ادارے میں نشستیں نہ دی جائیں۔

۷...... قیام پاکستان سے ۱۹۷۴ء تک ''ربوہ'' مسلمانوں کے لیے ایک ممنوعہ قصبہ تھا۔ وہاں مسلمانوں کے داخلہ کی اجازت نہیں تھی۔ حتیٰ کہ ریلوے اور ڈاک خانہ کے سرکاری ملازموں کے لیے قادیانی ہونے کی شرط تھی۔ لیکن اب ''ربوہ'' کی سنگینی ٹوٹ چکی ہے۔ وہاں اکثر سرکاری ملازم مسلمان ہیں اور اب تو الحمدللہ ''ربوہ'' کا نام چناب نگر سے بدل کر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی ہے۔ ۱۹۷۵ء سے مسلمانوں کی نماز باجماعت بھی ہوتی ہے اور ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے مدارس ومساجد، دفتر ولائبریری قائم ہیں۔

۸...... قادیانی اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے پر اصرار کیا کرتے تھے۔ لیکن اب مسلمانوں کے قبرستان میں ان کا دفن کیا جانا ممنوع ہے۔

۹...... پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور فوجی ملازمتوں کے فارموں میں قادیانیوں کو اپنے مذہب کی تصریح کرنا پڑتی ہے۔

۱۰...... پاکستان میں ختم نبوت کے خلاف کہنا یا لکھنا قابل تعزیر جرم قرار دیا جا چکا ہے۔

۱۱...... سعودی عرب، لیبیا اور دیگر اسلامی ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے اور انہیں ''اسلام کے جاسوس'' قرار دیا جا چکا ہے۔

۱۲...... مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے خلاف لب کشائی کی پاکستان میں اجازت نہیں تھی۔ مگر اب صورت حال یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

۱۳...... قادیانی جو بیرونی ممالک میں یہ پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت ہے اور دارالخلافہ ''ربوہ'' ہے۔ وہ اس جھوٹ پر نہ صرف پوری دنیا میں ذلیل ہو چکے ہیں۔ بلکہ خدا کی زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ قادیانی سربراہ کو لندن میں بھی چین نصیب نہیں۔ (تحفہ قادیانیت، صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۲)

یہ ہے ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی تحریک اور ۷ ستمبر کے تاریخ ساز دن کی کہانی۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

ختم نبوت کورس صادق آباد میں پانچ ہزار افراد کی شرکت

عظیم الشان شعور ختم نبوت وفہم دین کورس جو کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صادق آباد کے زیر اہتمام جامع مسجد مکی مظہر فرید کالونی میں منعقد ہوا۔ اس حوالہ سے کامیاب ترین کورس تھا کہ تقریباً ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افرد نے مسلسل اکیس دن کورس میں شرکت کی اور جہاں علمی پیاس بجھائی وہیں ایمان دشمن فتنوں سے آگاہی حاصل کی۔ کورس میں وکلاء، ڈاکٹرز، اسکول وکالج کے اساتذہ کرام، تاجر حضرات نے بہت بڑی تعداد میں شرکت کی۔ نیز کورس کی خاص بات اڑھائی ہزار خواتین کی شرکت تھی۔ کورس میں شرکت کرنے والوں کو کاپی، قلم بھی جماعت کی طرف سے دیئے گئے۔

کورس میں جن مضامین پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت نیز چودہ صد سالہ تاریخ مدعیان نبوت اور جس طرح سے امت مسلمہ نے ان جھوٹے دجالوں کا دیوانہ وار مقابلہ کیا۔ اس کا تفصیلاً ذکر ہوا۔ فتنہ قادیانیت کی ابتداء اس فتنہ کی کاشت کاری کی وجہ، انگریز کی سرپرستی، علماء حقہ کا مقابلہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مکمل تاریخ، ۵۳، ۷۴، ۱۹۸۴ء کی تحاریک کا مکمل احوال اور دنیا بھر میں مجلس ختم نبوت کی جانب سے قادیانیت کا تعاقب نیز حیات عیسیٰ علیہ السلام پر قرآن مجید، احادیث مبارکہ سے پر مغز دلائل اور منکرین حیات عیسیٰ علیہ السلام کے شبہات کے جوابات حضرت مہدی علیہ الرضوان کی تشریف آوری، حقانیت اسلام جس میں ایسے دلائل ذکر ہوئے جنہیں سن کر دنیا کا کوئی بھی کافر اسلام کو سچا مذہب تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مرزا قادیانی کا گھناؤنا کردار خود قادیانیت کی کتابوں کے آئینہ میں، قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق، بائبل سے عیسائیوں کو دعوت اسلام نیز مروجہ عیسائیت کے من گھڑت عقائد کی تردید بزبان بائبل اور تحریف بائبل بزبان بائبل جیسے موضوعات پر گفتگو ہوئی۔

حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ زکوۃ عشر پر جدید مسائل، نیز معاشی مسائل، جدید تجارتی مسائل کے بنیادی اصول، سود، جواء، انعامی سکیموں کی حقیقت، انعامی بانڈز، شیئرز کا کاروبار، انشورنس کے صحیح طریقہ کار پر تفصیلاً بیان ہوا۔ معاشرتی مسائل نکاح، طلاق، خلع، وراثت، وصیت، حق مہر، فسخ نکاح ہر آسان فہم جدید مسائل پر بیانات ہوئے۔ مکمل اسلامی عقائد پر دو دن تفصیلی بحث ہوئی۔ حیات انبیاء علیہم السلام اور برزخی زندگی پر دلائل کی دنیا میں بحث ہوئی۔

دوران کورس سامعین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے اور وقتاً فوقتاً لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ نیز منکرین حدیث کے اشکالات کے جوابات دیئے گئے۔ الحمدللہ مسلسل ۲۱ روز راقم الحروف کے بیانات ہوئے جس

میں صادق آباد اور رحیم یار خان شہر کے جید علماء کرام نے مسلسل شرکت کی۔ خصوصاً مجلس تحفظ ختم نبوت صادق آباد کے امیر مولانا محمد مشتاق مدظلہ، ناظم اعلیٰ مولانا طلحہ، ناظم تبلیغ مولانا محفوظ احمد جالندھری، ناظم نشرواشاعت فیصل رحمٰن، خازن شفقت حسین بھی شریک کورس رہے۔

کورس میں مقامی اسلامی کتب فروش مکتبہ الامۃ کو اس امر پر آمادہ کیا گیا کہ ۴۵ فیصد رعایت پر اسلامی کتابیں فروخت کریں۔ تاکہ ہر مسلمان کے گھر میں اسلامی لٹریچر پہنچ سکے۔ الحمدللہ! یہ تجربہ بھی کامیاب رہا۔ بہت بڑی تعداد میں شرکاء نے اس مکتبہ سے کتابیں نیز مجلس تحفظ ختم نبوت کی کتب خریدیں۔ واضح رہے کہ کورس میں ۹۸ فیصد دنیادار طبقہ تھا جنہوں نے انتہائی دلجمعی سے اس کورس سے استفادہ کیا۔ تقریباً ہر فتنہ کے متعلق مثبت انداز میں گفتگو ہوئی۔ کورس کی کامیابی میں حاجی غلام رسول صاحب، حکیم محمد زاہد، مولانا مفتی محمد صفدر خطیب جامع مسجد ہذا مولانا عبدالرحمٰن، مولانا محمد عبداللہ بھائی عبداللہ بھائی عامر کی خصوصی کاوشیں تھیں جنہوں نے شرکائے کورس کو ہر قسم کی راحت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی حضرت مفتی قاضی شفیق الرحمٰن امیر مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان اور مولانا محمد مشتاق امیر مجلس صادق آباد تھے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کورس کی کامیابی کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقدس پلیٹ فارم کی مرہون منت قرار دیتے ہوئے راقم الحروف کی بہترین انداز میں حوصلہ افزائی فرمائی اور شرکاء کورس کو مبارکباد دی۔ یہ مرحلہ بڑا ایمان افروز تھا جب تقسیم اسناد کے موقع پر ۱۵ سال کے جوان سے لے کر ۸۰ سالہ بوڑھا سند وصول کر رہا تھا۔ اختتامی دعا مولانا محمد مشتاق مدظلہ نے فرمائی اور شرکاء کو مجلس تحفظ ختم نبوت سے جڑے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لولاک کے خریدار بننے کی ترغیب دی۔ رقت آمیز دعا ہوئی اور یوں یہ کورس دوررس اثرات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

دوسری سالانہ ختم نبوت کانفرنس سرائے صالح ہری پور

اللہ کے فضل وکرم سے گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ امیر شریعت سرائے صالح کے زیر اہتمام ۲۹؍جون ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر تا نماز عشاء حضرت مولانا قاری فدا محمد خان امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہری پور کی زیر صدارت دوسری سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں مہمانان گرامی ولی کامل حضرت مولانا قاضی محمد مشتاق صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راولپنڈی، مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد طیب صاحب مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد، پروفیسر مفتی آصف محمود صاحب صدر اتحاد اہلسنت ہزارہ ڈویژن اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب جبوڑی، مانسہرہ تھے۔ کانفرنس کی پہلی نشست (عصر تا مغرب) میں خصوصی بیان حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے کیا۔ دوران بیان حضرت نے ''مرزا طاہر منصور'' کے قبول اسلام کی کارگزاری سناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے فضل وکرم سے جب میری مرزا طاہر منصور سے گفتگو شروع ہوئی اور اس کے سامنے مرزائیت کی حقیقت کھلی تو اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی زبان سے یہ جملہ کہا کہ: ''دنیا میں مرزائیت سے گندہ مذہب اور مرزا قادیانی سے گندہ انسان کوئی نہیں آیا۔'' اس کے علاوہ حضرت نے ایک ''بہن'' کا واقعہ بھی سنایا جو اسلام آباد میں ملازمت کرتی تھی۔ حضرت نے جب اس کے سامنے مرزائیت کی حقیقت کھولی تو اس نے بھی کلمہ

پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ دوسری نشست نماز مغرب کے بعد شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کے بعد مفتی ہارون الرشید شامی ناظم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہری پور نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔ اس کے بعد مفتی آصف محمود صاحب کا انتہائی مدلل اور پرمغز خطاب ہوا۔ ان کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب نے بہت ہی خوبصورت اور مؤثر بیان کیا۔ آخری اور خصوصی خطاب ولی کامل حضرت مولانا قاضی محمد مشتاق صاحب کا ہوا۔ حضرت نے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا واقعہ بیان فرمایا جس میں پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے حکم فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ، وہاں ایک فتنہ اٹھے گا۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ہندوستان آئے تو اسی عرصے میں فتنہ مرزائیت اٹھا۔ حضرت نے اس فتنے کے خلاف بھرپور کام کیا۔ دوسرا واقعہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا تھا کہ ایک دفعہ حضرت جالندھریؒ نے مرزا کو ''الو کا پٹھا'' کہہ دیا تو انگریز کی عدالت میں ان پر مقدمہ چلا۔ جب حضرتؒ نے جج کے سامنے حوالے پیش کئے تو جج بھی بول اٹھا کہ ''یہ انسان تھا یا کوئی الو کا پٹھا'' کانفرنس کا اختتام حضرت مولانا قاضی محمد مشتاق صاحب کی رقت آمیز دعا کے ساتھ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کانفرنس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور جن جن ساتھیوں نے اس کی کامیابی کے لئے محنت کی اللہ رب العزت ان کو اپنی حیثیت کے مطابق اجر عظیم عطاء فرمائیں۔ آمین!

شیخوپورہ میں ایک قادیانی خاتون کا قبول اسلام

حکیم یعقوب احمد قادیانی جو کہ خالد روڈ پر رہائش پذیر ہے۔ اس کی بیٹی مسماۃ نور صباء جو کہ رانا عاصم علی صاحب کے ایک پرائیویٹ سکول میں معلم تھیں۔ رانا عاصم علی صاحب اور محترمہ نور صباء صاحبہ کے مابین قادیانیت اور اسلام پر حلقہ پھلکا مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ محترمہ نور صباح صاحبہ کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے رانا عاصم علی صاحب نے مبلغ ختم نبوت ریاض احمد صاحب کو محترمہ کے اشکالات کو رفع کرنے کے لئے دعوت دی۔ انہوں نے دو دن کی کوشش سے محترمہ کو قائل کیا کہ قادیانیت اور قادیانی دجل وفریب کا دوسرا نام ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کاذب اور جھوٹا ہے۔ مولانا ریاض احمد کے ساتھ قاری فہیم عابد اور مولانا محمد الیاس ناظم ضلع شیخوپورہ اور حافظ اظہر فاروق آباد بھی تھے اور مسماۃ نور صباء نے قادیانیت پر لعنت بھیج کر حضرت محمد عربی a کے دامن عافیت سے وابستہ ہوگئی یہ سارا معاملہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی پیڈ پر تحریری طور پر موجود ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شیخوپورہ شہر کا انتخاب

مورخہ ۱۷ر مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب مولانا ریاض احمد مبلغ ختم نبوت ضلع شیخوپورہ، ناظم ضلع شیخوپورہ مولانا الیاس، امیر ضلع شیخوپورہ مولانا قاری رمضان کی زیر قیادت نئی باڈی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شیخوپورہ کا قیام ہوا۔ اجلاس جامعہ فریدیہ میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات کو منتخب کیا گیا۔ مولانا قاری میاں مشرف مہتمم جامعہ فریدیہ امیر، مولانا قاری عبدالقدیر نائب امیر، بھائی محمد اجمل جنرل سیکرٹری، سید راشد حسین ناظم مالیات اور معاون ناظم مالیات محمد امجد، ناظم نشرواشاعت چودھری شفقت علی صاحب اور ناظم تبلیغ قاری محمد علی منتخب ہوئے۔ اجلاس میں شہر کے علماء اور معززین نے بھرپور شرکت فرمائی۔

الحاج عبدالعزیز سلیم پوری c کا وصال

سلیم پور، تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ کے الحاج میاں عبدالعزیز ۱۷؍جون ۲۰۱۳ء کو خانیوال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! جناب عبدالعزیزؒ آرائیں برادری کے چشم وچراغ تھے۔ ۱۹۳۰ء میں سلیم پور میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ کا جگراؤں میں دینی ادارہ تھا۔ حاجی عبدالعزیزؒ نے وہاں تعلیم حاصل کی۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے بستی سراجیہ خانیوال میں رہائش اختیار کی۔ پھر خانیوال میں منتقل ہوئے۔ کالونی نمبر۱، سبزی منڈی میں رہائش رہی۔ آج کل بلاک ۱۳ خانیوال میں رہائش پذیر تھے۔

حاجی عبدالعزیزؒ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ المعروف حضرت ثانیؒ سے تھا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ خانیوال میں آپ کا گھرانہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا میزبان گھرانہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا عبدالجلیلؒ ڈھڈیاں شریف، مولانا سید نیاز احمد شاہؒ اور سائیں طور شاہ صاحبؒ سے عقیدت ومحبت کا تعلق تھا۔

چناب نگر میں ۱۹۸۲ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں خانیوال سے بس لانے کا حضرت خواجہ صاحبؒ نے حکم فرمایا۔ تب سے اپنی زندگی کی آخری کانفرنس تک ہر سال بس بھجوانے کا اہتمام کرتے رہے۔ مولانا محمد علی جانبازؒ سمندری والوں سے قریبی رشتہ داری تھی۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ علاج ہوتا رہا۔ آخری وقت تک کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔ وقت مقرر آن پہنچا اور آپ اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔ حضرت مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں بھرپور حاضری تھی۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ جناب نثار احمد، جناب اشفاق احمد، جناب ممتاز احمد۔ اللہ رب العزت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

خطابت وخطیب: مصنف: مولانا عبدالرؤف چشتی: صفحات:۲۰۴: قیمت:۲۰۰: ناشر وملنے کا پتہ: جامعہ مدینۃ العلم چشتیہ رفیع کالونی گلی نمبر ۱ نزد رفیع طرزم محمد پورہ روڈ اوکاڑہ شہر!

مولانا عبدالرؤف چشتی عرصہ سے اوکاڑہ میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اب دیوبندی اور اوکاڑوی بھی کہلاتے ہیں۔ پورا نام چشتی دیوبندی اوکاڑوی ہے۔ مولانا عبدالرؤف چشتی کی تربیت آپ کے چچا مولانا حامد علی رحمانیؒ نے کی جو خود حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی صحبت سے کندن بنے تھے۔ مولانا عبدالرؤف چشتی کی خوبی یہ ہے کہ وہ کبھی بلا دلیل کوئی بات نہیں کہتے۔ ان پر کئی نشیب وفراز آئے۔ لیکن وہ اپنے مؤقف پر قائم رہے۔ اس استقامت نے ان کو نکھار دیا۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنا حلقہ بنایا اور وہ یوں بہت خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے پہلے کے جن بزرگوں کی زیارت کی ان کی خوبیوں کے امین ہو گئے ہیں۔ مولانا خطیب ہی نہیں۔ اب خطیب گر ہیں اور یہی کتاب ان کے خطیب گر ہونے کی دلیل ہے۔ آپ نے ''۱۱۰'' ابواب قائم کر کے دنیا خطابت کی کوئی ایسی رمز نہیں جسے مشعل نہ بنا دیا ہو۔ کوئی بات رہنے نہیں دی گئی۔ خطابت پر کئی کتابیں موجود ہیں اور اس فن میں یہ کتاب گرانقدر اضافہ ہے۔

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام

ختمِ نبوّت انعام گھر

بعد نماز مغرب

موضوع: عقیدہ ختم نبوت — رد قادیانیت

آسان سوالات

بے شمار قیمتی انعامات

18 ستمبر بروز بدھ بمقام آغاز میرج ہال جی ٹی روڈ بلمقابل پاکستان منٹ لاہور

شاہینِ ختمِ نبوۃ حضرت مولانا **اللہ وسایا** صاحب مدظلہ
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

یادگارِ اسلاف استاذ العلماء حضرت مولانا **فضل الرحیم** صاحب دامت برکاتہم
نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا **عزیز الرحمٰن ثانی** صاحب
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور

محترم جناب **محمد متین خالد** صاحب
لاہور

جناب **میاں رضوان نفیس** صاحب
خلیفہ مجاز حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب

حضرت مولانا **قاری جمیل الرحمٰن اختر** صاحب
خطیب جامع مسجد امن

حضرت مولانا **قاری ظہور الحق** صاحب

سکول، کالج و اکیڈمیز اور مدارس کے طلباء کے لیے انعامات حاصل کرنے کا بہترین موقعہ عمر کی کوئی قید نہیں

اعلانِ داخلہ

ادارۃ الفرقان میں درجہ حفظ و کتب (متوسطہ تا ثالثہ) کا داخلہ 10 شوال سے شروع ہے

منجانب: عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت و ادارۃ الفرقان شادی پورہ لاہور

0300-4304277, 0321 - 4320253

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

اسلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادیؐ لانبی بعدی

تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

32 واں دو روزہ سالانہ عظیم الشان

ختم نبوۃ کانفرنس

بمقام مسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ 24-25 اکتوبر جمعرات جمعۃ المبارک

زیرِ صدارت
حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

زیرِ سرپرستی
استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

زیرِ نگرانی
حضرت مولانا ولی ابن ولی صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عنوانات

توحید باری تعالیٰ جل شانہ

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ

عقیدہ ختم نبوۃ

حیات عیسیٰ علیہ السلام

عظمت صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم

اتحادِ امت

اور ظہور مہدی جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

ملتان: 061-4783486
چناب نگر: 047-6212611
لاہور: 0300-4304277